۱۰۰ تاریخی کہانیاں

ترتیب و تنظیم: مصطفیٰ زمانی وجدانی

شائع کردہ: کتاب مرکز شمالی ناظم آباد کراچی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سو تاریخی کہانیاں

مصطفیٰ زمانی وجدانی

ترجمہ: سید غضنفر علی رضوی

ناشر:

کتاب مرکز

شمالی ناظم آباد۔ کراچی

نام کتاب :- سو تاریخی کہانیاں

مصنف :- مصطفیٰ زمانی وجدانی

ترجمہ :- سید غضنفر علی رضوی

کتابت :- حبیب ردوٹپی

تصحیح :- محمد رضا مہدی

قیمت :-

مقدمۂ مؤلف

کتاب "نصیحتیں اور کہانیاں" کی چوتھی جلد قارئین کے سامنے آرہی ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ یہ کتاب بھی پہلی تین جلدوں کی مانند قارئین کو پسند آئے گی اور جامعہ کے لیے مفید ثابت ہو گی اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ پہلی جلد ایک ماہ میں تمام ہو گئی اور دوسری مرتبہ چھپوائی گئی۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بھی قارئین کو پسند آئیں گی اور جامعہ کے لئے مفید ثابت ہوں گی۔ اس کتاب میں مختلف داستانیں بیان کی گئی ہیں جو اخلاقی، سیاسی، اجتماعی اور عقیدتی مسائل وغیرہ پر مشتمل ہیں اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ کتاب معاشرے کے لئے مفید ثابت ہو گی۔

یہ چھوٹی چھوٹی کہانیاں جن میں مسلمانوں کی تاریخ کے گراں بہا خزانے پوشیدہ ہیں جمہوری اسلامی کی برکت سے منظر عام پر آئی ہیں اور مختلف صورتوں میں لوگوں کے سامنے پیش ہوئی ہیں۔ اب جب کہ خداوند عالم کی توفیقات سے زمانہ رہبری ولی فقیہہ نائب امام زمانؑ حضرت امام خمینی ارواحنا فداہ۔ دشمنان اسلام کا تسلط ہمارے ملک (ایران) پر نہیں رہا اور اسلام کے حیات بخش مکتب کی ترویج کا موقع ملا ہے ضروری ہے کہ ہنرمند افراد مختلف طرق، ہنر و ادب سے تعلیم انسان ساز اسلام میں مشغول ہوں۔ یہ داستانیں پڑھنے کے لئے بھی ہیں اور عبرت کے لئے بھی۔ اسی طرح چاہیئے کہ ان کو لوگوں میں بیان بھی کیا جائے۔ وغیرہ وغیرہ۔

والسّلام علیٰ من اتبع الھدیٰ

(مصطفیٰ زمانی وجدانی)

عرضِ مترجم

بطفیل محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام، جہاد بالقلم کی راہ میں یہ اولین کاوش ہے جو بشکل ترجمہ آپ کی خدمت میں حاضر ہے۔ اس کتاب کی خوبیاں جو میرے سامنے ہیں ان کی اہمیت کا صحیح اندازہ عرضِ مترجم کی چند سطروں میں نہیں پیش کیا جا سکتا۔ ہمارے قارئین میں سے جو حضرات اس سے قبل اس کتاب کی دیگر جلدوں کا مطالعہ کر چکے ہیں انہیں بخوبی معلوم ہے کہ یہ کن خصوصیات کی حامل ہے۔ اور جن کے واسطے یہ اپنی نوعیت کی پہلی کتاب ہے وہ اس کی خوبیوں سے بہرہ ور ہوں گے اور جو لوگ دینی معلومات سے کوئی گہری دلچسپی و وابستگی نہیں رکھتے وہ اس کی کتب سے اپنے آپ کو احساساتِ دین سے قریب تر کر سکتے ہیں اور عین ممکن ہے کہ یہ کتاب بہت سے افراد کے واسطے دین سے تقرب کا چشمہ سرآغاز قرار پائے اور وہ مذہبی کتابیں بھی پڑھنے کے عادی ہو جائیں مذہبی کتابوں کے علاوہ آپ جو دوسری کتابیں پڑھتے ہیں اس کی وجہ دینی کتب میں خاطر خواہ مزہ یقیناً نہیں ملتا مگر آپ نے ان کتابوں کے پڑھنے کا ذوق و شوق بچپن سے یا ایک طولانی عرصے سے پیدا کر رکھا ہے۔ ان کتابوں کے پڑھنے کا جذبہ پیدا ہو کہ نہ ہو، مگر دینوی ڈائجسٹ تو پڑھنا بہت ہی ضروری ہے۔ دین، دنیا سے بیزاری کا نام نہیں بلکہ دین کے ساتھ دنیا

علیؑ مقصد اسلام ہے۔ آپ دین کا ستون ہیں۔ دین کو غریب مت تصور کیجئے۔ اور اب آخر کلام میں یہ عرض کر دوں کہ میری حوصلہ افزائی آپ کی توجہات پر مبنی ہو گی اور وہ محمد و آل محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام کہ جن کے تصدق میں کائنات کی ہر شے خلق ہوئی، ان کی خدمت میں ہدیہ ناچیز کس شمار و قطار میں، مگر ایسا بھی نہیں ہم نے ہر موقع پر انہیں دنیوی جود و سخا کی انتہا کے یہ حرف اول ہیں بلکہ اس سے بھی کہیں زیادہ چاہنے والوں کے ناچیز ہدیہ کو عظیم اور اپنی عظیم عطا کو بھی کم سمجھتے ہیں۔ خدایا زیست کی نفس آخر بھی انہیں توقعات پر تمام ہو۔

(آمین یا رب العالمین)

خادم سیّد غضنفر علی رضوی

مقیم حوزۂ علمیہ قم

جمہوری اسلامی ایران

فہرست

نمبر شمار	داستان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	داستان	صفحہ نمبر
۱	سخاوت کا انجام	۱۱	۱۸	صدقہ آسمانی بلا کو ٹالتا ہے	۳۴
۲	امام حسینؑ کی سخاوت	۱۲	۱۹	صدقہ سے تمام نحوستیں دور ہو جاتی ہیں	۳۶
۳	سخی ترین شخص	۱۲	۲۰	صدقہ اور انفاق میں جتانا نہیں چاہیئے	۳۷
۴	امام موسیٰ بن جعفرؑ اور عید نوروز	۱۴	۲۱	کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟	۳۹
۵	بخیل سے ہر شخص عاجز ہوتا ہے	۱۵	۲۲	لوگوں کی گزارشات کیسے قبول کی جائیں	۴۰
۶	بخیل کی دولت بھی وبالِ جان ہے	۱۶	۲۳	امام زین العابدینؑ اور محتاجوں کی پرورش	۴۲
۷	کس مومن کو دقیق ہونا چاہیئے۔	۱۹	۲۴	صدقہ دینے سے رزق زیادہ ہوتا ہے	۴۳
۸	ایک نوال	۲۰	۲۵	شرط جنت	۴۳
۹	گنہگاروں کی ہمراہی	۲۱	۲۶	اس دعا میں تعجب خیز اثر تھا	۴۴
۱۰	ظالم سے درخواست کا نتیجہ	۲۲	۲۷	دعا کیوں دیر میں قبول ہوتی ہے؟	۴۷
۱۱	ستمگروں کے ساتھ	۲۳	۲۸	دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟	۵۰
۱۲	ظلم وجور کی نمائندگی	۲۵	۲۹	بلند ہمتی	۵۱
۱۳	صاحبانِ قدرت	۲۶	۳۰	سلمان فارسیؓ کس چیز سے ڈرتے تھے؟	۵۳
۱۴	انہیں امام کی طرف سے اجازت تھی	۲۸	۳۱	امام حسن مجتبیٰؑ کیوں رو رہے تھے؟	۵۵
۱۵	کیا مومن کے علاوہ کسی کو صدقہ دے سکتے ہیں؟	۲۹	۳۲	حقیقی خوف گناہوں سے روکتا ہے	۵۵
۱۶	صدقہ اور انفاق مال حلال سے ہونا چاہیئے	۳۱	۳۳	کیا خوف اچھا ہوتا ہے؟	۵۷
۱۷	صدقہ دیکر اپنے مال کی حفاظت کرو	۳۳			

نمبر شمار	داستان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	داستان	صفحہ نمبر
۳۴۔	حضرت علیؑ کی راتیں کیسی گزرتی تھیں؟	۵۷	۵۳	انہوں نے کس طرح قیام کیا؟	۸۸
۳۵۔	ہمیں اس دن کے لئے بنانا چاہئے	۶۰	۵۴	اس نے قرآن کی تعلیم میں کیا کیا دیکھا؟	۹۰
۳۶۔	رحمتِ خدا دیکھو	۶۲			
۳۷۔	رحمتِ خدا گناہگار مومن کے شاملِ حال ہے	۶۴	۵۵	مسلمان استقامت رکھتے ہیں	۹۲
			۵۶	ابو دجانہ کی استقامت	۹۵
۳۸۔	بشر حافی کی توبہ	۶۵	۵۷	ایک مسلمان خاندان کی استقامت	۹۶
۳۹	مشہور راہزن	۶۶	۵۸	اُستاد ابوالحجاج کون تھے؟	۹۸
۴۰	حقیقی توبہ	۶۷	۵۹	مسلمان کو مستقل مزاج ہونا چاہئے۔	۱۰۰
۴۱	ایک اور نمونہ	۷۰			
۴۲	مایوس نہ ہو	۷۱	۶۰	اس میں اتنی طاقت نہ تھی	۱۰۱
۴۳	ہر گناہ کے لئے مخصوص توبہ ہے	۷۳	۶۱	سخن چین توبہ کرتا ہے	۱۰۳
۴۴	قرآن مجید سے ایک واقعہ	۷۴	۶۲	قیامت میں غیبت کی سزا	۱۰۴
۴۵	بیس ہزار درہم	۷۷	۶۳	ہم اپنے بھائیوں کا گوشت کھاتے ہیں	۱۰۵
۴۶	تحصیل علم بھی اور توسل بھی	۷۸	۶۴	اس نے غیبت کرنے والے کو سزا دی	۱۰۶
۴۷	عالم منحرف کا نقصان	۷۹			
۴۸	اس نے امام کی نقل کی	۸۱	۶۵	خدا کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہ کرو	۱۰۸
۴۹	دوستی اہلِ بیتؑ	۸۲			
۵۰	شیعہ کون ہے	۸۳	۶۶	ہمیں مصیبت کے وقت کس سے پناہ مانگنی چاہئے؟	۱۱۰
۵۱	ایک اور نمونہ	۸۵			
۵۲	نعمت واقعی کیا ہے؟	۸۶	۶۷	ہمیں صرف خدا سے دعا مانگنی چاہئے	۱۱۲

نمبر شمار	داستان	صفحہ نمبر	نمبر شمار	داستان	صفحہ نمبر
۶۸	حضرت موسیٰ نے پتھر میں کیا دیکھا؟	۱۱۴	۸۵	حضرت آدمؑ چھ مجسّموں کے سامنے	۱۳۱
۶۹	علاج بھی اور توکل بھی	۱۱۶	۸۶	جناب موسیٰ اور شیطان کی گفتگو	۱۳۲
۷۰	جو لوگ خدا پر بھروسہ کرتے ہیں	۱۱۶			
۷۱	عمل میں خلوص	۱۱۷	۸۷	یتیم کی سرپرستی کا اجر عظیم	۱۳۳
۷۲	عمل خالص کا اثر	۱۱۸	۸۸	اخلاقِ پیغمبرؐ	۱۳۴
۷۳	خلوص کے مطابق بدلہ	۱۲۰	۸۹	پیغمبرِ اسلامؐ کی بہترین ملاقات	۱۳۴
۷۴	ایک عمل خالص اور خراب و مخلوط عمل	۱۲۱	۹۰	بیمار کی عیادت اور اس کی دعا	۱۳۵
۷۵	علیؑ نماز کی حالت میں	۱۲۲	۹۱	مؤذنین اسلام کی رعایت	۱۳۶
۷۶	نماز کی اہمیت	۱۲۲	۹۲	ابوطالب کا ایک مسلمان سے خطاب	۱۳۸
۷۷	متقیان کا زہد	۱۲۴	۹۳	قرآن کا جواب لانے کی کوشش	۱۳۸
۷۸	حضرت علیؑ کی دوسری داستان	۱۲۵	۹۴	ماموریت میں معاویہ کا نفاذ	۱۴۱
۷۹	شیخ مرتضیٰ انصاری کیسے آدمی تھے؟	۱۲۵	۹۵	عجیب جواب	۱۴۱
۸۰	سچ بولنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے	۱۲۶	۹۶	فلسفہ ہفت تکبیر	۱۴۲
۸۱	ناقہ بہشتی	۱۲۷	۹۷	خدا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے	۱۴۳
۸۲	ہارون اور بہلول کی گفتگو	۱۲۸	۹۸	دعا کے لئے مقدس جگہ	۱۴۴
۸۳	ماں کا بیٹے پر حق عظیم	۱۳۰	۹۹	جنت میں حضرت عباسؑ کی منزلت	۱۴۵
۸۴	مکتب پیغمبر میں زہد و پارسائی	۱۳۰	۱۰۰	حق کے ہاتھوں زراعت میں وسعت	۱۴۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۱۔ سخاوت کا انجام

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ یمن سے کچھ لوگ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آئے۔ ان میں سے ایک شخص آنحضرتؐ سے نہایت تند لہجے میں بیہودہ گفتگو کر رہا تھا۔ پیغمبر اکرمؐ اس کی اس گفتگو سے بہت رنجیدہ ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے چہرۂ اقدس پر غصہ کے آثار نمودار ہونے لگے۔ آپؐ کا چہرہ متغیر ہوگیا۔ آپؐ نے اپنا سر جھکا لیا اور زمین کی طرف دیکھنے لگے۔ اس وقت حضرت جبرئیلؑ نازل ہوئے اور عرض کی کہ آپؐ کا پروردگار آپؐ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ "یہ شخص سخی ہے اور لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ یہ سنتے ہی جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا غصہ ختم ہوگیا آپؐ نے اپنا سر بلند کیا اور آدمی سے فرمایا۔ اگر جبرئیل میرے پروردگار کی جانب سے مجھے یہ خبر نہ دیتے کہ تو مرد سخی ہے اور تو لوگوں کو کھانا کھلاتا ہے۔ تو میں تجھے یہاں سے اس طرح نکالتا کہ تیری داستان ہر خاص و عام کے لئے داستان عبرت بن جاتی اس یمنی شخص نے عرض کیا کہ کیا آپ کا پروردگار سخاوت کو دوست رکھتا ہے؟ آپؐ

نے جواب میں فرمایا "ہاں" اس مومن نے اسی وقت کلمہ پڑھا اور شہادت دی کہ بے شک سوائے پروردگار کے کوئی خدا نہیں اور آپ اس کے رسول برحق ہیں اس خدا کی قسم جس نے آپ کو مبعوث فرمایا ہے میں نے اپنے مال سے آج تک کسی کو مایوس اور ناامید واپس نہیں کیا (فروع کافی جزو چہارم صہ ۳۹)

۲- امام حسینؑ کی سخاوت

عمرو بن دینار روایت کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت امام حسینؑ علیہ السلام، زید بن اسامہ کی عیادت کے لئے گئے۔ دیکھا کہ زید حالت مرض میں نہایت غم واندوہ کا شکار ہیں۔ امام علیہ السلام نے سبب پوچھتے ہوئے فرمایا۔ اے بھائی تم کیوں اتنا پریشان ہو۔ حضرت زید نے عرض کی کہ میں ساٹھ ہزار درہم کا مقروض ہوں۔ امامؑ نے فرمایا میں تمہارا قرض ادا کروں گا۔ حضرت زید نے عرض کی، آقا میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں مر جاؤں اور قرض ادا نہ ہو سکے۔ امامؑ نے فرمایا انشاء اللہ جب تک تمہارا قرض ادا نہ ہو گا تم نہیں مرو گے۔ اور امامؑ نے حضرت زید کی موت سے قبل ان کا قرض ادا کر دیا۔ آپؑ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ بادشاہوں کی بدترین صفات یہ ہیں کہ دشمنوں سے ڈریں بے سہارا لوگوں اور ناداروں پر رحم نہ کریں۔ اور عطا و بخشش کے وقت بخل سے کام لیں۔

۳- سخی ترین شخص

ایک مرتبہ ایک اعرابی مدینہ پہنچا اور پوچھا کہ مدینہ میں سخی کون ہے۔ لوگوں نے امام حسین علیہ السلام کے بارے میں اسے بتایا اور اس اعرابی کو آپؑ کی خدمت اقدس میں پہنچا دیا۔ اعرابی جب مسجد میں داخل ہوا تو دیکھا کہ امام علیہ السلام نماز

ادا فرما رہے ہیں۔ وہ اعرابی وہیں پر رُک گیا اور یہ شعر پڑھنے لگا۔ "جس نے آپؑ سے اپنی امیدیں وابستہ کیں اور آپؑ کے زنجیرِ در کو بخشش کی امید سے کھٹکھٹایا وہ آج تک ناامید نہیں ہُوا۔ آپؑ سخی ترین شخص اور بیماروں کے ماویٰ اور ملجا ہیں آپ کے والدِ محترم فاسقوں کو داخلِ جہنم کرنے والے ہیں۔ اگر آپ کے والد با جد اور جد نامدار نہ ہوتے تو ہمیں جہنم سے کسی طرح نجات نہ ملتی۔

حضرت سید الشہداءؑ نے نماز تمام کی اور جناب قنبرؓ سے فرمایا کہ مال حجاز میں سے کچھ باقی بچا ہے؟ جناب قنبر نے عرض کی۔ جی ہاں چار ہزار دینار باقی ہیں۔ امامؑ نے حکم دیا کہ جا کر لے آؤ۔ کہ جس کی قسمت کے وہ دینار تھے وہ آ گیا ہے۔ جب دینار آ گئے تو آپ نے اپنا پیراہن اتارا اور اسمیں لپیٹ کر شرم وحیا کی وجہ سے دروازے کے پیچھے سے ہاتھ بڑھا کر اس کو دے دیئے اور یہ اشعار پڑھے

ترجمہ:۔ میں تجھ سے معذرت خواہ ہوں، تو اس مقدار کو قبول کر لے۔ میں تجھ سے اتنی محبت کرتا ہوں کہ اگر آئندہ مجھے کھڑے ہونے کا موقعہ ملا (شاید یہ حکومت وخلافت کے بارے میں کنایہ ہے) تو تجھے اور بھی دوں گا۔ یعنی تیرے لئے ثروت کی کمی نہ ہوگی۔ اور آئندہ حال متعینہ ہے۔ اور اس وقت میرا ہاتھ مالی اعتبار سے خالی ہے۔

اعرابی نے دینار لے لئے اور رونا شروع کر دیا۔ امامؑ نے فرمایا جو کچھ میں نے دیا ہے شاید وہ کم ہے۔ اعرابی نے کہا۔ نہیں مولاؑ میں اس لئے رو رہا ہوں کہ آپؑ کے یہ سخی ترین ہاتھ زمین میں کس طرح چھپ سکتے ہیں۔

(مناقب شہر آشوب صفحہ ۶۵، ج ۴)

شعیب بن عبد الرحمٰن نے بیان کیا ہے کہ جب حضرت امام حسین علیہ السلام کو سپرد خاک کیا گیا تو آپؑ کی پشت مبارک پر گھٹے پائے گئے۔ امام

زین العابدین علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ یہ نشان کیسے پڑے ہیں۔ تو آپؑ نے فرمایا کہ میرے بابا یتیموں، ناچاروں اور بیواؤں کے لئے روٹیاں اور کھجوریں اپنی پشت مبارک پر رکھ کر تقسیم کرنے کے لئے لے جاتے تھے، یہ اسی کے نشان ہیں۔

(مناقب شہر آشوب ج ۴ ص ۲۶)

۴۔ امام موسیٰؑ بن جعفرؑ اور عید نوروز

ارباب تاریخ لکھتے ہیں کہ ایک مرتبہ منصور دوانیقی نے حضرت امام موسیٰ کاظم علیہ السلام سے کہا کہ عید نوروز کی مناسبت سے دربار لگے گا۔ آپ بھی دربار میں تشریف لائیے گا۔ اور جو بھی ہدیہ آئے وہ قبول کرلیں۔ امام نے انکار کرتے ہوئے فرمایا میں نے اپنے جد امجد جناب رسول خداؐ سے سُنا ہے اس کے بارے میں اس کے متعلق روایات میں بھی دیکھا ہے مگر کہیں کچھ نہ پایا۔ یہ رسومات صرف فارس" ایران" والوں کے لئے مخصوص ہیں اور اسلام میں اس کا وجود نہیں ملتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ جو چیز اسلام میں نہ ہو ہم اس کو بجالائیں۔ منصور نے کہا کہ ہم اپنی حکومت کی سیاست کے لحاظ سے یہ دربار لگائیں گے آپ کو خدا کی قسم ہے کہ اس میں ہماری موافقت فرمائیں۔ امام موسیٰ کاظم علیہ السلام روز عید دربار میں تشریف لائے اور ایک جگہ بیٹھ گئے۔ امراء اور مملکت کے عہدے دار آتے اور مبارک باد پیش کرتے اور ھدیہ وغیرہ لاتے۔ وہ آپؑ کی خدمت میں پیش کرتے۔ منصور نے ایک غلام کو معین کر رکھا تھا کہ اگر کوئی شخص امامؑ کی خدمت میں کچھ ھدیہ پیش کرے تو وہ اسے رکھتا رہے جب سب اُمراء اور رؤسا آگئے تو آخر میں ایک ایک بوڑھا غریب شخص آیا اور عرض کیا یا ابن رسول اللہ میں ایک غریب آدمی ہوں میرے پاس مال دنیا سے کچھ نہیں ہے، جو یہاں پیش کرتا مگر تین اشعار ہیں، جو میرے

جبڈ نے آپ کے جد امجد امام حسینؑ کی شان میں کہے تھے اور وہ یہ ہیں:۔

ترجمہ:۔ ''مجھے ان تیز دھار تلواروں پر تعجب ہے کہ تلواروں نے آپؑ (امام حسینؑ) کے جسم مبارک کو ہر طرف سے گھیر لیا باوجودیکہ مظلومیت کے گرد وغبار آپ کو چاروں طرف سے گھیرے ہوئے تھے اور میں اس بات پر متعجب ہوں کہ تیر کس طرح آپ کے جسم نازنین میں پیوست ہو گئے جب کہ اہل بیت اظہارؑ گریہ کناں تھے، اور جناب رسولؐ خدا اور مولائے کائنات کو پکار رہے تھے کیوں کر وہ تیر آپس میں ٹکرا کر نیست و نابود نہ ہو گئے اور آپؑ کی عظمت و جلالت کے باوجود وہ تیر آپ کے جسم مبارک تک کیسے پہنچ گئے''۔ امامؑ نے فرمایا کہ میں نے تیرا ہدیہ قبول کیا۔ اب تو بیٹھ جا۔ اس کے بعد آپ نے اس شخص کو دعائیں دیں پھر خادم کے ذریعے غلام کو بھیج کر معلوم کروایا کہ اس مال کا کیا مصرف ہے؟ منصور نے جواب میں کہا کہ یہ تمام مال آپ کے اختیار میں ہے۔ آپؑ جہاں چاہیں خرچ کریں۔ امام موسیٰ کاظمؑ نے اس پیرمرد سے فرمایا کہ تو سارا مال لے جا، یہ سب میں نے تجھے بخشا۔

(مناقب شہر آشوب ج ۴ صفحہ ۳۱۹)

۵ بخیل سے ہر شخص عاجز ہوتا ہے

ایک کنجوس آدمی نے ایک مرغ حلال کر کے اپنے غلام کو دیا اور کہا اگر اس کو خوب مزے دار پکاؤ تو میں تم کو آزاد کر دوں گا، غلام نے تمام تر کوشش بروئے کار لا کر مرغ پکایا کہ شاید آقا کے قول کے مطابق آزاد ہو جائے۔ جب کھانا تیار ہو گیا تو اس کنجوس شخص کے سامنے پیش کیا کنجوس نے مرغ چھوڑ کر باقی سب مصالحہ تو کھا لیا اور غلام سے کہا اگر اسی مرغ سے بہترین بریانی پکاؤ تو تم کو آزاد کر دوں گا، غلام نے دوبارہ کوشش کر کے بریانی پکائی۔ لیکن پھر کنجوس

نے گوشت چھوڑ کر سب کچھ کھا لیا اور غلام سے کہا اگر اس گوشت سے حلیم تیار کرو تو تم کو آزاد کر دوں گا۔ غرض کہ کنجوس آدمی نے ایک ہی مرغ سے طرح طرح کے مزے دار کھانے پکوائے لیکن مرغ چھوڑ دیتا تھا۔ آخر کار غلام نے تنگ آ کر کہا کہ آقا میں آزاد نہیں ہونا چاہتا۔ آپ کو خدا کی قسم ہے کہ اس مرغ کو آزاد کر دیں یعنی کھا کر ختم کر دیں۔ تاکہ آپ کی طرف سے کم از کم اس مرغ کو تو اطمینان حاصل ہو جائے۔[۱]

۶۔ بخیل کی دولت بھی وبالِ جان ہے

ابی امامہ باہلی سے مروی ہے کہ ایک روز ثعلبہ بن حاطب انصاری جناب رسولِ خدا کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا۔ یا رسول اللہ دعا کریں پروردگار مجھے دولت مند بنا دے۔ آپؐ نے فرمایا۔ وہ تھوڑا مال جس کا تم شکرِ خدا ادا کرتے ہو اس زیادہ مال سے کہیں بہتر ہے جس کے حساب و کتاب میں الجھ کر تم شکرِ پروردگار بجا لانے سے قاصر رہو۔ یہ سنکر ثعلبہ چلا گیا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ آیا اور اپنے مدعا کی تکرار کی۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ تم میرے پیرو اور ماننے والے نہیں ہو سکتے۔ خدا کی قسم اگر میں چاہوں کہ تمام پہاڑ میرے لئے سونا بن جائیں تو ایسا بھی ہو سکتا ہے۔ یہ سنکر ثعلبہ پھر چلا گیا۔ لیکن تیسری مرتبہ پھر آیا اور کہنے لگا کہ میرے لئے دعا کیجئے، اگر پروردگار مجھے دولت دیگا تو میں کسی کا حق دینے میں تاخیر نہ کروں گا، مگر جس کا حق ہوگا۔ جناب رسولِ خدا نے دعا فرمائی، پروردگارا! ثعلبہ کی مالی امداد فرما۔ ثعلبہ واپس گیا اور چند بھیڑیں

---

[۱] مستطرف

خریدیں کچھ ہی دن بعد بھیڑوں میں اس طرح اضافہ ہوا جیسے چونٹیاں انڈے دیتی ہیں اور بچے پیدا کرتی ہیں۔ ابتداء میں ثعلبہ پانچوں وقت کی نماز جناب رسولِ خداؐ کی اقتداء میں پڑھتا تھا۔ جیسے جیسے بھیڑوں میں اضافہ ہوتا گیا۔ اس نے نمازِ جماعت میں شرکت کم کردی یہاں تک کہ صرف ظہر اور عصر کی نماز کے لئے مسجد آنے لگا۔ اور باقی نمازیں بھیڑوں کے آماجگاہ ہی پڑھ لیا کرتا تھا۔ آہستہ آہستہ بھیڑوں کی زیادتی نے اسے اس منزل تک پہنچا دیا کہ وہ صرف جمعہ کے دن مدینہ آتا اور نماز میں شرکت کرتا اور باقی دنوں میں بھیڑوں کی رہائش گاہ ہی پر نماز پڑھ لیتا۔ اس عمل کو بھی کچھ عرصہ میں چھوڑ دیا۔ لیکن پھر بھی ہفتے میں ایک بار راہ چلتے افراد سے مدینہ کا حال معلوم کر لیا کرتا تھا۔

ایک مرتبہ پیغمبرؐ نے لوگوں سے ثعلبہ کا حال پوچھا۔ لوگوں نے بتایا کہ اس کے پاس اتنی کثرت سے بھیڑیں ہو گئی ہیں کہ قرب وجوار میں ان کے رکھنے کی جگہ نہیں، لہٰذا وہ مدینے سے دور چلا گیا ہے۔ آنحضرتؐ نے تین مرتبہ فرمایا ثعلبہ پروائے ہو، ثعلبہ پروائے ثعلبہ پہ وائے ہو۔ کچھ عرصے بعد آیۂ زکوٰۃ نازل ہوئی۔ پیغمبر اکرمؐ نے دو افراد کو جن میں سے ایک بنی سلیم اور دوسرا قبیلے جھنیہ سے تھا زکوٰۃ کی وصولیابی کے لئے مقرر فرمایا اور ان کو حکم دیا کہ ثعلبہ اور دیگر افراد سے زکوٰۃ لے لیں اور ساتھ ہی ایک نوشتہ بھی ان دونوں کو دیا۔ وہ لوگ ثعلبہ کے پاس آئے اور اسے حکم نامہ پڑھ کر سنایا۔ ثعلبہ نے کچھ دیر سوچا اور کہا کہ یہ تو مجھے جزیہ یا شبیہ جزیہ معلوم ہوتا ہے۔ تم لوگ پہلے دوسروں سے وصول کر لو۔ پھر میرے پاس آنا۔ وہ لوگ وہاں سے بنی سلیم کے ایک آدمی کے پاس آئے، اس نے جب آیۂ زکوٰۃ کے متعلق سنا تو اپنے اونٹوں میں سے بہترین اونٹ تلاش کرکے بطور زکوٰۃ ان کے حوالے کردیئے۔ ان دونوں نے اس سے کہا کہ تم

سے یہ نہیں کہا گیا کہ اچھی قسم کے اونٹ دو۔ اس شخص نے کہا کہ خود میرا دل چاہتا ہے کہ میں اچھی سے اچھی چیز دوں۔ پھر بقیہ افراد سے بھی زکوٰۃ وصول کی اور دوبارہ ثعلبہ کے پاس پہنچے۔ ثعلبہ نے کہا کہ وہ حکمنامہ مجھے دکھاؤ۔ پڑھنے کے بعد بولا یہ تو مجھے جزیہ یا اس جیسی کوئی چیز لگتی ہے۔ آپ لوگ جائیں میں اس کے بارے میں غور وفکر کروں گا۔ وہ لوگ جناب پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں پہنچے تو ان لوگوں کے کچھ کہنے سے پہلے ہی آنحضرتؐ نے فرمایا۔ کہ ثعلبہ پر وائے ہو، ثعلبہ پر وائے ہو، اس مرد بنی سلیم کے لئے دعا فرمائی۔ اور لوگوں نے تمام واقعہ جناب رسولؐ خدا سے عرض کیا۔ تو جناب رسولؐ خدا پر آیت نازل ہوئی۔ [۱]

ترجمہ:۔ اور ان (منافقین) میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو خدا سے قول و قرار کر چکے تھے کہ اگر خدا ہمیں اپنے فضل و کرم سے (کچھ مال) دے گا تو ہم ضرور خیرات کیا کریں گے۔ اور شکر گزار بندے ہو جائیں گے۔ جب خدا نے اپنے فضل و کرم سے عطا فرمایا تو اس میں بخل کرنے لگے اور کترا کے منہ پھیر لیا۔ پھر جب ان میں ان کے خمیازہ میں اپنی ملاقات کے دن (قیامت) تک ان کے دل میں (گویا خود) نفاق ڈال دیا۔ اسی وجہ سے کہ ان لوگوں نے جو خدا سے وعدہ کیا تھا اس کے خلاف کیا اور اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولا کرتے تھے (ترجمہ از فرمان علی)

ثعلبہ کا کوئی جاننے والا نزول آیت کے وقت وہیں موجود تھا۔ اس نے جب یہ سنا تو ثعلبہ کو جا کر تمام ماجرا سنایا۔ ثعلبہ فوراً آنحضرتؐ کے پاس آیا۔ اور کہنے لگا۔ کہ آپ مجھ سے زکوٰۃ لے لیں۔ آپؐ نے فرمایا مجھے پروردگار کی طرف سے حکم ملا ہے کہ میں تیری زکوٰۃ کو قبول نہ کروں۔ ثعلبہ بہت پریشان ہوا

---

[۱] (ومنھم ۔۔۔۔ یکذبون) سورۃ توبہ آیت ۷۵ تا ۷۷

اور پریشانی اور ندامت سے اپنے سر پر خاک ڈالنے لگا۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا یہ تمہارا کفر تمہارے اپنے عمل کی وجہ سے ہے۔ میں نے تجھے حکم دیا تھا مگر تو نے خود ہی نہ مانا۔ ثعلبہ اپنے بھیڑوں کی آماجگاہ واپس آ گیا۔ جب حضور اکرمؐ نے اس دنیائے فانی سے کوچ کیا تو آپؐ کی وفات کے بعد ثعلبہ ابوبکر کے پاس آیا۔ ابوبکر نے کہا جب رسول اکرمؐ نے تجھ سے زکوٰۃ نہ لی تو میں کیوں لوں۔ عمر کی خلافت کے زمانے میں عمر کے پاس گیا اور کہا کہ مجھ سے زکوٰۃ لے لو لیکن حضرت عمر نے بھی نہ لی۔ جب عثمان کے ہاتھ میں خلافت آئی تو انہوں نے بھی زکوٰۃ لینے سے انکار کر دیا۔ بالآخر ثعلبہ عثمان کے دور خلافت میں مر گیا۔ کہتے ہیں کہ ثعلبہ جنگ بدر میں شامل تھا۔[۱]

کس حد تک دقیق ہونا چاہیئے

صفوانؓ ابن مہران کوفی اصحاب امام جعفر صادقؑ و امام موسیٰ کاظمؑ میں سے آپ نہایت ہی مومن اور پرہیزگار تھے۔ ان کی زندگی کا دارو مدار ان کے اونٹوں کی درآمد تھا۔ کیونکہ ان کے پاس بہت اونٹ تھے۔ حضرت صفوانؓ فرماتے ہیں کہ ایک روز امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں موجود تھا۔ امام ہفتمؑ نے فرمایا صفوان تمہارے تمام کام اچھے ہیں۔ مگر ایک کام صحیح نہیں۔ میں نے عرض کی (میں آپ پر فدا ہو جاؤں) میری جان آپ پر قربان ہو وہ کون سا کام ہے جو ناپسند ہے۔ امام کاظمؑ نے فرمایا کہ تم اپنے اونٹ ہارون رشید کو کرایہ پر دیتے ہو۔ میں نے کہا اے مولا! میں حرص و طمع یا دولت مند

---

[۱] اسد الغابہ ج ۱ ص ۲۳۴

بننے کے لئے نہیں دیتا اور نہ ہی گھومنے پھرنے اور شکار وغیرہ کے لئے دیتا ہوں۔ کیوں کہ وہ حج کے لئے چاہتا ہے۔ اس لئے دیتا ہوں۔ میں خود اس کے ساتھ بات چیت نہیں کرتا بلکہ میرا غلام ہی اس سے بات کرتا ہے۔ اور اونٹوں کے ساتھ رہتا ہے۔ امامؑ نے دریافت فرمایا کہ کیا کرایہ وغیرہ اس پر اور اس کے خاندان پر باقی رہتا ہے؟ میں نے عرض کی کہ "جی ہاں" وہ لوگ مقروض ہوتے ہیں اور جب حج سے واپس آتے ہیں تو ادا کرتے ہیں۔ امام نے فرمایا کہ کیا تمہیں یہ پسند ہے کہ ہارون اور اس کا خاندان جب تک تمہارا کرایہ ادا نہ کریں زندہ رہیں؟ میں نے کہا ہاں اسی طرح ہے۔ امام نے فرمایا جو بھی یہ چاہے۔ کہ ہارون اور اس کے خاندان والے زندہ رہیں وہ انہی لوگوں میں شمار کیا جائے گا۔ اور اس کا آخری ٹھکانہ جہنم ہے۔ صفوانؒ کہتے ہیں کہ امام کے اس فرمان کے بعد میں نے فوراً اپنے تمام اونٹ فروخت کر دیئے۔ جب یہ اونٹ بیچنے کی خبر ہارون نے سنی تو مجھے اپنے پاس بلوایا اور کہنے لگا کہ سنا ہے کہ تم نے اپنے اونٹ بیچ دیئے ہیں؟ میں نے کہا ہاں، میں بہت بوڑھا ہوگیا ہوں۔ اور اب مجھ سے ان کی دیکھ بھال نہیں ہوتی اور نہ میرے غلام ان کی صحیح نگرانی کر پاتے ہیں اور پھر یہ کہ اب میں خود بھی اتنی توانائی نہیں رکھتا۔ لہٰذا میں نے بیچ دیئے۔ ہارون بولا قطعاً ایسا نہیں ہے۔ جو تم کہہ رہے ہو۔ بلکہ امام موسیٰ کاظمؑ کے حکم پر تم نے یہ اونٹ بیچے ہیں۔ میں نے کہا میرا امام موسیٰ کاظمؑ سے کیا تعلق؟ کہنے لگا جھوٹ بولتے ہو۔ اگر تمہارے ساتھ نشست و برخاست نہ ہوتی تو تمہیں ابھی قتل کرا دیتا۔[1]

۸۔ ایک نوالہ

فضل ابن ربیع کہتے ہیں، ایک روز شریک بن عبداللہ بن سنان عباسی خلیفہ

---

[1] مجالس المومنین قاضی نوراللہ ص۳۹

مہدی کے پاس آیا۔ مہدی نے اس سے کہا تمہیں ان تین باتوں میں کم از کم ایک بات ضرور ماننا ہوگی کہ یا تو میرے قاضی بن جاؤ، یا میری اولاد کو پڑھاؤ، یا ایک مرتبہ میرے ساتھ کھانا کھاؤ۔ شریک بن عبداللہ قطعاً نہیں چاہتا تھا کہ کوئی ایک بات بھی قبول کرے مگر کرتا کیا نہ کرتا کافی غور و فکر کے بعد کہنے لگا کہ کھانا کھا لینا باقی دونوں کاموں سے آسان ہے۔ شریک کا جواب سُنکر مہدی نے اپنے باورچی کو حکم دیا کہ بہترین کھانے اور کچھ میٹھی چیزیں پکاؤ۔ کھانا پک گیا تو شریک نے خوب جی بھر کے کھایا۔ باورچی نے مہدی سے کہا اب اس کھانے کے بعد شریک کبھی بھی سیدھی راہ پر نہیں چل سکتا۔ اور رستگار نہیں ہو سکتا۔

فضل بن ربیع فرماتے ہیں خدا کی قسم شریک بن عبداللہ نے ایک مرتبہ کھانا کھا لینے کے بعد بنی عباس کے ساتھ اٹھنا بیٹھنا شروع کر دیا اور آہستہ آہستہ عہدہ قضاوت بھی قبول کر لیا۔ اور مہدی (خلیفہ) کی اولاد کو پڑھانے بھی لگا۔[۱]

ایک روز ایک دوکان دار کے نام شریک کو ایک پرچہ لکھکر دیا گیا۔ شریک دوکان دار کے پاس پہنچا اور سخت لہجے میں اس سے کہا کہ نقد روپیہ دو۔ وہ دکان دار بولا۔ تم نے ریشمی یا قیمتی لباس میرے ہاتھ فروخت نہیں کیا جو اتنے سخت لہجے میں مجھ سے بول رہے ہو۔ شریک نے کہا کہ خدا کی قسم میں نے اس سے بڑی قیمتی چیز فروخت کی ہے۔ میں نے اپنا دین و ایمان بیچ دیا ہے۔[۲]

۹۔ گنہگاروں کے ہمراہی

ابوھاشم جعفری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک دن حضرت ابوالحسن علیہ السلام

۱؎ مروج الذھب مسعودی ج ۳ ص ۳۲۔ ۲؎ روضات الجنات

(امام ہشتم یا امام نہم) نے فرمایا تم عبدالرحمٰن بن یعقوب کے ساتھ کیوں اٹھتے بیٹھتے ہو؟ میں نے تمہیں دیکھا ہے تم اس کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو ہاشم نے جواب دیا کہ وہ میرا رشتہ دار ہے۔ میرا ماموں ہے۔ امام نے فرمایا وہ خدا کے بارے میں عقیدہ غلط رکھتا ہے اور پروردگار کے تجسم کا قائل ہے۔ تم اس کے ساتھ رہو تو ہمیں چھوڑ دو، یا ہمارے ساتھ رہو تو اسے چھوڑ دو۔ ابو ہاشم نے کہا میں اس کے اقوال اور طرز فکر پر عقیدہ نہیں رکھتا۔ کیا میں بھی گناہگار ہوں؟ امامؑ نے فرمایا کیا تم نہیں سوچتے کہ جب پروردگار عالم اس پر عذاب نازل کرے گا تو تم بھی اس عذاب میں باہمی رفاقت کی بناء پر شریک ہو جاؤ گے۔ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ایک صحابی تھے جن کا باپ قوم فرعون کے ساتھ تھا جیسے ہی لشکر حضرت موسیٰ سمندر سے باہر نکلا وہ صحابی اپنے والد کو سمجھانے اور نصیحت کرنے کے لئے لشکر سے الگ ہو گئے۔ اور اپنے والد کے پاس گئے۔ تاکہ ان کو ایمان لانے کی ترغیب دیں۔ اور ابھی اس سلسلے میں بحث کر ہی رہے تھے کہ ناگہاں عذاب خدا نازل ہوا اور وہ بھی اپنے باپ کے ساتھ غرق ہو گئے۔ حضرت موسیٰ نے حضرت جبرئیل امینؑ سے ان صحابی کے بارے میں پوچھا تو حضرت جبرئیلؑ نے فرمایا کہ وہ اپنے باپ کے دین پر نہیں تھے اس وقت وہ خداوند عالم کی امان میں چین و سکون سے ہیں۔ لیکن جب قہر خداوندی کسی قوم پر نازل ہوتا ہے تو اگر کوئی گناہگار کے پاس ہو تو وہ بھی اس قہر و عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔[1]

۱۰۔ ظالم سے درخواست کا نتیجہ

حضرت امام صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ حضرت موسیٰؑ کے زمانے

[1] بحار الانوار ج ۱۴ ص ۵۰۶

میں ایک ظالم اور ستمگر بادشاہ تھا۔ اس نے ایک مومن کی درخواست ایک صالح شخص کی سفارش سے قبول کی تھی، جب بادشاہ کا انتقال ہُوا تو اتفاقًا اسی روز اس مردِ صالح کا بھی انتقال ہوگیا (جس نے ایک بندۂ مومن کی سفارش بادشاہ سے کی تھی) لوگوں نے سوگ میں تین روز بازار وغیرہ بند رکھے۔ اور بادشاہ کے جنازہ کو بہت عزت و احترام سے دفن کر دیا لیکن اس مردِ صالح کا جنازہ تین روز تک گھر میں پڑا رہا اور کوئی بھی اسے دفن کرنے کیلئے نہ آیا۔ حتیٰ کہ پرندوں اور کیڑوں نے اس کے چہرے کا گوشت کھالیا۔ جب حضرت موسیٰؑ کو معلوم ہُوا تو بارگاہ ربِّ ذوالجلال میں عرض کیا، پروردگار وہ بادشاہ تیرا دشمن تھا اور یہ مردِ صالح تیرا دوست، لیکن تیرے دوست کا جنازہ تین دن تک گھر میں پڑا رہا۔ یہاں تک کہ جانوروں نے اس کا کچھ گوشت بھی کھالیا، پروردگار کی طرف سے جواب آیا۔ اے موسیٰؑ اس صالح شخص نے اس ستمگر بادشاہ سے ایک درخواست کی تھی جو اس بادشاہ نے قبول کر لی تھی، میں نے اس کی جزا صرف اس وجہ سے دی کہ اس ظالم بادشاہ نے ایک مومن کی درخواست رد نہیں کی" اس مومن کو بھی جزا دی لیکن اسے یہ سزا صرف اس لئے دی کہ اس نے ایک ظالم اور ستمگر سے درخواست کی تھی اور اسی وجہ سے حیوانات کو اس پر مسلط کر دیا۔

۱۱۔ ستمگروں کا ساتھ

علی بن حمزہ فرماتے ہیں، بنی امیہ کا ایک کاتب میرا دوست تھا۔ ایک روز مجھ سے کہنے لگا کہ کسی طرح سے امام جعفر صادق علیہ السلام سے ملاقات کی

اجازت دلواؤ۔ میں نے اجازت لی اور ہم دونوں امامؑ کی خدمت اقدس میں شرف یاب ہوئے۔ ہم لوگوں نے امامؑ کو سلام کیا، کاتب نے امامؑ کو سلام کرنے کے بعد کہا یا امامؑ! میں کافی عرصہ تک خاندان بنی امیہ میں کتابت کا کام کرتا رہا ہوں اور ان کا تمام حساب وغیرہ میرے پاس تھا اب میں دولت مند تو ہوگیا ہوں لیکن حصول دولت میں، میں نے حلال اور حرام کا کوئی فرق نہیں رکھا۔ امام صادقؑ نے فرمایا (لولا ان بنی امیہ وجدوا الخ) اگر بنی امیہ میں تم جیسے لوگ نہ ہوں کہ کچھ تو کتابت کریں کچھ ان کی محافظت کریں، کچھ لوگ ان کے جلسے جلوسوں میں شریک ہوں (یا نمازمیں ان کے ساتھ شریک ہوں) تو وہ لوگ ہرگز ہمارا حق غصب نہیں کرسکتے تھے۔ اور اگر عوام ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ان کی مدد نہ کریں تو پھر ان میں اتنی طاقت نہ رہے کہ وہ حقوق الناس کو غصب کرسکیں۔ مگر یہ کہ اتفاقاً کوئی چیز ان کے ہاتھ لگ جائے۔ ورنہ وہ لوگوں پر ظلم وجور نہیں کرسکتے۔ کاتب نے کہا میں آپؑ سے نجات اور بخشش کی راہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ امامؑ نے فرمایا اگر تم کو میں راستہ بتاؤں اور میں تمہاری رہبری کروں تو تم اس پر عمل کروگے؟ کاتب نے کہا بالکل جیسا آپؑ فرمائیں گے، عمل کروں گا۔ امام صادقؑ نے فرمایا، اب تک تم نے جو مال حاصل کیا ہے اسے بھول جاؤ، جتنا مال جانتے ہو کہ فلاں شخص کا ہے اس کو واپس کردو۔ اور جس مال کا مالک معلوم نہ ہو اسے مالک کی طرف سے صدقہ کردو۔ اگر تم یہ کام کرو تو میں خدا کی طرف سے تمہارے لئے جنت کا ضامن ہوں۔ (فاطرق الفتی رأسہ طویلا)

کاتب دیر تک سوچتا رہا پھر بولا میں نے یہ عہد کرلیا کہ یہ کام ضرور کروں گا۔

علی بن حمزہ کہتے ہیں ہم دونوں ایک ساتھ ہی کوفہ پہنچے، کاتب کے پاس

جو کچھ تھا سب کچھ دے دیا۔ حتیٰ کہ اپنا لباس جو پہنے ہوئے تھا وہ بھی دے دیا۔ اور امام صادقؑ کے قول پر عمل کیا جب اپنا لباس تک دے دیا تو میں نے کچھ مومنین سے مل کر اس کی مالی امداد کی، اور اس کے لئے لباس اور شائستہ خورد و نوش کا بند و بست کیا اور اس کے پاس بھجوا دیا۔ کچھ زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ وہ کاتب مرض میں مبتلا ہو گیا۔ میں اس کی عیادت کے لئے اس کے گھر جایا کرتا تھا ایک روز جب گیا تو دیکھا کہ وہ حالت احتضار میں ہے۔ جیسے ہی اس نے مجھے دیکھا کہنے لگا (یا علی وفی لی واللہ صاحبک) اے علی خدا کی قسم امام صادقؑ نے مجھ سے کیا ہوا وعدہ پورا فرمایا۔ اور یہ کہتے ہی راہئ عدم ہوا۔ اس کی تجہیز و تکفین میں نے اپنے ذمہ لی۔ اور تمام امور انجام دینے کے بعد امام صادق علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کچھ کہنے بھی نہ پایا تھا کہ امام نے فرمایا (قال یا علی وفینا واللہ لصاحبک) اے علی بخدا ہم نے جو وعدہ تمہارے دوست سے کیا تھا اسے پورا کر دیا۔ میں نے کہا آپؑ حق فرماتے ہیں مرتے وقت اس کے بھی یہی الفاظ تھے۔ (فروع کافی پانچواں جزو صفحہ ۱۰۶)

۱۲۔ ظلم و جور کی نمائندگی

ایک شخص جو امام حسین علیہ السلام کے زمانے میں ان کا غلام تھا کہتا ہے کہ ایک مرتبہ کوفے میں تھا کہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام تشریف لائے میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ داؤد بن علی یا کوئی اور ایسا شخص جو سلطنت کا نمائندہ ہو اس سے میرے بارے میں فرما دیں کہ مجھے کسی جگہ کا حاکم مقرر کر دیا جائے۔ امام علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ایسا نہیں کروں گا۔ غلام کہتا ہے میں آنحضرتؐ سے رخصت ہو کر گھر آیا اور سوچنے لگا کہ شاید امام صادقؑ

نے مجھے اس وجہ سے منع کر دیا ہو کہ ممکن ہے کہ مجھ سے سستی ہو یا کسی کا حق غصب کروں۔ لیکن میں دوبارہ ان کی خدمت میں جاؤں گا اور عہد کروں گا کہ مجھ سے ایسا کام سرزد نہیں ہوگا کہ میں کسی پر ظلم کروں۔ یا کسی کا حق غصب کروں۔ لہٰذا دوبارہ امام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا میرا خیال ہے کہ شاید آپ نے اس وجہ سے مجھے اس کام سے منع کیا ہے کہ آپ اس بات سے ڈرتے ہوں کہ لوگوں پر مجھ سے ظلم ہوگا۔ لیکن میں قسم کھاتا ہوں کہ اگر میں کسی پر ظلم کروں تو میری بیوی اسی وقت مجھ پر حرام ہو جائے گی۔ اور جتنے کنیز اور غلام ہیں وہ سب آزاد ہو جائیں گے۔ اور میں خود بھی یقیناً عدل سے خارج ہو جاؤں گا۔ امام نے کہا کیا؟ میں نے پھر اپنی قسم اور عہد کو دہرایا۔ امامؑ نے اس وقت اپنا سر مبارک آسمان کی طرف اٹھایا اور فرمایا (تناول السماء ایسر علیک من ذالک) یعنی اس دور میں کسی جگہ کا حاکم ہونے سے زیادہ آسان آسمان کی بلندیوں پر پہنچ جانا ہے مطلب یہ تھا کہ ہرگز ممکن نہیں ہے کہ تم حاکم بن جاؤ اور کسی پر ظلم نہ کرو۔ ایسا ہو ہی نہیں سکتا۔ (فروع کافی، جز۰ پانچواں صفحہ ۱۸۰)

۱۴۔ صاحبانِ قدرت

زیاد بن ابی سلمہ کہتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امام موسٰی کاظم علیہ السّلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ امامؑ نے مجھ سے پوچھا۔ زیاد تمہارا سلطنت میں عمل دخل ہے؟ میں نے کہا جی ہاں! امام نے پوچھا کیوں؟ میں نے کہا لوگوں پر میں احسان کرتا ہوں اور غریبوں کی مدد کرتا ہوں۔ کیوں کہ میں نے انہیں اس بات کا عادی بنا دیا ہے۔ لہٰذا اس کو ترک نہیں کر سکتا۔ دوسری جانب میرے بیوی اور بچے ہیں اور ان کے لیے کوئی اور وسیلہ اس کے علاوہ نہیں ہے۔ امامؑ نے فرمایا

اگر مجھے کسی پہاڑ کی چوٹی سے گرا دیا جائے اور میرا جسم ٹکڑے ٹکڑے ہو جائے۔ تو یہ مجھے پسند ہے کہ مجھے ایسے افراد (یعنی ظالم) کے لئے کام کرنا پڑے۔ اور اگر مجھے ان کے گھر پر قدم رکھنا پڑے تو میں پہاڑ سے گرنا پسند کروں، مگر ایک صورت میں۔ میں نے پوچھا وہ کیا؟ امامؑ نے فرمایا کہ (الا لتفریج کربۃ عن مؤمن اوفک اسرہ او قضاء دینہ) وہ یہ کہ یا تو کسی مؤمن کو (ظالموں کے ظلم سے) نجات دلانے کے لئے یا اس کے کام میں مدد اور اس کی آزادی کے لئے یا اس کا قرض ادا کرنے کے لئے۔ زیاد باطل امور میں حکومت کے عہدیداروں کا روز قیامت آسان ترین مرحلہ یہ ہوگا کہ ان کے چاروں طرف آگ کی چادر کھڑی کر دی جائے گی۔ اور وہ چادر اس وقت تک رہے گی جب تک پروردگار ایک ایک شخص کا حساب نہ کرے گا۔ زیاد اگر اس مملکت میں عہدے دار ہو تو اپنے بھائیوں سے نیکی کرو تاکہ ان بادشاہوں کے ساتھ رہتے ہوئے جو اعمال انجام دیئے ہیں اور گناہگار ہو گئے ہو تو نیکی کرنے کی وجہ سے وہ گناہ دُھل جائیں گے۔ زیاد تم لوگوں میں سے ہر شخص خود کو ہمارے تابع اور ماننے والوں میں شمار کرتا ہو) اور ان لوگوں کے لئے (عباسی خاندان کے لئے) کام کرتا ہو اگر اپنے اور ان کے درمیان لوگوں کی حاجت برآری کا اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے برابری کا قائل ہو اس سے کہہ دو کہ اگر تم ان امور میں اپنے آپ کو پیروان محمدؐ و آلِ محمدؐ میں سے سمجھتے ہو، تو یہ سب جھوٹ ہے اور ایک دعوائے بے جا ہے زیادہ اور کچھ نہیں ہے۔ زیاد! جب تم کو عوام الناس پر قدرت اور اختیار حاصل ہو جائے تو یہ بات یاد رکھنا کہ کل روز قیامت پروردگار بھی تم پہ قدرت رکھتا ہے۔ اور یہ بات بھی تمہارے پیش نظر رہے کہ جو نیکیاں تم نے لوگوں پر کی ہیں ہو سکتا ہے انہیں تم بھول جاؤ اور وہ لوگ بھی بھول جائیں جن پر تم نے نیکیاں

کی ہیں۔ لیکن یہی نیکیاں روز قیامت باقی رہ جائیں گی اور تمہارے کام آئیں گی۔
(فروع کافی ص۱۱۰)

۱۴۔ انہیں امام کی طرف سے اجازت تھی

حضرت علی بن یقطین، امام صادقؑ اور امام موسیٰ بن جعفرؑ کے زمانے میں شیعیان اہلبیت اطہارؑ میں سے تھے۔ وہ ہارون الرشید کے وزیر ہونے کی وجہ سے اپنے مذہب کو چھپائے ہوئے تھے۔ اور تقیہ کرتے تھے۔ اس کے باوجود اکثر و بیشتر بہت سے اموال امام صادقؑ اور امام موسیٰ کاظم علیہ السلام کی خدمت میں بھیجتے رہتے تھے۔ بکر بن محمد اشعری کہتے ہیں ایک مرتبہ امام موسیٰ کاظمؑ نے فرمایا میں نے گذشتہ رات پروردگار سے دعا کی کہ پروردگار! علی بن یقطین کو ہمیں بخش دے۔ پروردگار نے بخش دیا۔ اسی وقت سے علی بن یقطین نے مال و دولت اور محبت کا اظہار ہم سے کیا اور اسی وجہ سے دنیا و آخرت میں سرفراز ہوئے۔
پھر فرماتے ہیں کہ اکثر ایسا ہوا ہے کہ علی بن یقطین نے ایک لاکھ درہم سے تین لاکھ درہم تک امامؑ کی خدمت میں ہدیے بھیج دیئے جس کو امامؑ نے فقراء و مومنین اور اپنے غریب رشتے داروں میں تقسیم کر دیا۔ علی بن یقطین نے ۱۸۰ھ میں جب کہ امام موسیٰ کاظمؑ قید میں تھے انتقال فرما گئے۔[۱]

علی بن یقطین نے ایک مرتبہ امامؑ سے پوچھا اگر آپ کہیں تو میں وزارت سے استعفیٰ دے دوں۔ اور اس کام سے کنارہ کشی اختیار کر لوں۔ امامؑ نے اجازت نہ دی۔ اور فرمایا۔ علی! استعفیٰ نہ دینا۔ ہم تم سے انس و محبت رکھتے ہیں۔

---

[۱] مجالس قاضی نور اللہ ...... ج اول ص۳۸۹۔

(جب کبھی ہمارا ساتھ تم سے ہوگا اس وقت) تمہارے دوسرے بھائی بھی تمہارے اس ظاہری قیام اور عہدہ کی وجہ سے عزت و آبرو رکھتے ہیں اور معزز ہیں۔ اور شاید پروردگار تمہارے وسیلے سے کسی کو کوئی دینی و دنیاوی فائدہ پہنچائے اور اس کی پریشانی کو حل فرمائے۔ ممکن ہے اسی وجہ سے مخالفین کے کینہ اور بغض و عداوت کی آگ کو ٹھنڈا کر ڈالے۔ علی! ایسے اداروں میں کام کرنے کا کفارہ یہ ہے کہ تم دینی بھائیوں سے نیکی کرو۔ اگر تم ایک کام کو انجام دو تو میں تمہارا تین چیزوں میں ضامن ہوں۔ تم عہد کرو کہ تم جب بھی اپنے کسی دینی بھائی سے ملو تو اس کی حاجت کو پورا کرو اور اس کے ساتھ نیکی کرو میں بھی ضمانت دیتا ہوں کہ تم کسی وقت قید میں نہیں رہو گے۔ اور نہ ہی تم پر تلوار اٹھائی جائے گی۔ اور نہ تم کبھی کسی کے محتاج ہو گے۔ اور فقر و تنگدستی کا منہ بھی نہیں دیکھو گے۔ علی! جو کسی مومن کو خوش کرے اس نے سب سے پہلے خدا پھر اس کے رسول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور اس نے پھر ہم کو خوش کیا۔

۱۵۔ کیا مومن کے علاوہ کسی کو صدقہ دے سکتے ہیں؟

معلی بن خنیس کہتے ہیں ایک مرتبہ رات میں جب بارش ہو رہی تھی میں نے دیکھا کہ حضرت امام جعفر صادقؑ اپنے گھر سے باہر نکلے اور ظلۂ بنی ساعدہ[1] کی طرف روانہ ہوئے۔ میں بھی ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا۔ راستے میں امام کی کوئی چیز زمین پر گر پڑی۔ امام نے فرمایا (بسم اللہ ...... اللھم رد علینا) پروردگار میری گم شدہ اشیاء مجھے مل جائیں۔ میں ان کے قریب گیا اور سلام کیا۔ امام علیہ السلام

---

[1] ایسا سائبان جس میں بے گھر افراد رہتے تھے۔

نے پوچھا معلی تم ہو؟ میں نے کہا میری جان آپ پر فدا میں معلی ہوں۔ امامؑ نے فرمایا، تلاش کرو، یہاں جو کچھ ملے مجھے دے دو، میں نے تلاش کرنا شروع کیا تو دیکھا کہ کافی روٹیاں زمین پر بکھری ہوئی ہیں جتنی روٹیاں مجھے مل سکیں میں نے جمع کر کے امام کی خدمت میں پیش کر دیں۔ امامؑ کے پاس وہاں ایک بڑا بوریا تھا جس میں روٹیاں تھیں۔ اور وہ بوریہ اتنا بھاری تھا کہ اس کو اٹھانا میرے لئے بھی بہت دشوار تھا۔ میں نے امامؑ سے عرض کی مجھے اجازت دیں کہ میں اس کو اٹھالوں۔ امامؑ نے فرمایا نہیں میں خود اس کا سزاوار ہوں۔ کہ اس سامان کو اٹھاؤں۔ لیکن تم اتنا کرو کہ میرے ساتھ ظلۂ بنی ساعدہ تک چلو۔ جب ظلۂ بنی ساعدہ پہنچے تو دیکھا کہ کچھ لوگ سو رہے ہیں۔ اسی حالت میں امام جعفر صادقؑ ایک ایک فرد کے پاس جاتے اور ایک ایک یا دو عدد روٹیاں رکھتے۔ اس طرح ہر شخص تک روٹی پہنچاتے ہوئے ہم لوگ ظلۂ بنی ساعدہ سے باہر نکل آئے۔ میں نے سوال کیا کیا یہ لوگ آپ کے حق کو پہچانتے ہیں؟ اور شیعہ ہیں؟ امامؑ نے فرمایا اگر یہ لوگ حق کو پہچانتے ہوتے تو ان کو روٹی کے ساتھ نمک بھی دیتا۔ (شاید منظور یہ ہو کہ ان لوگوں کو اپنے گھر پر ایک دسترخوان پر بٹھا کر کھانا کھلاتا) معلی یہ جان لو کہ پروردگار نے جو چیز بھی پیدا کی ہے اس کے لئے ایک خزانہ معین کیا ہے۔ مگر صدقہ ایسی چیز ہے کہ پروردگار خود اس کا محافظ اور نگہبان ہے۔ میرے والد (یعنی امام باقرؑ) جب بھی صدقہ دیتے تھے تو صدقہ سائل کو دے کر واپس لے لیتے تھے۔ اور اس کو چومتے اور سونگھتے تھے اور دوبارہ اس سائل کو دے دیتے تھے۔ رات میں صدقہ دینے سے خدا کی ناراضگی ختم ہوتی ہے۔ گناہ ختم ہوتے اور روزِ قیامت حساب میں آسانی کا باعث بنتا ہے۔ اور دن میں صدقہ دینے سے عمر اور مال میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام دریا کے

کنارے سے گذر رہے تھے اور روٹی توڑ توڑ کر دریا میں ڈالتے جا رہے تھے۔ ان کے حواریوں میں سے ایک نے پوچھا کہ آپ روٹی دریا میں کیوں ڈال رہے ہیں حالانکہ یہ روٹی آپ کی غذا ہے؟ حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا اس لئے دریا میں ڈال رہا ہوں کہ دریائی جانوروں میں سے کسی کی غذا بن جائے۔ اور خداوند عالم کے حضور اس عمل کا بہت بڑا ثواب ہے۔[۱]

۱۷۔ صدقہ اور انفاق مال حلال سے ہونا چاہیئے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہیں، میں نے سُنا کہ اہل سنت والجماعت ایک شخص کا بہت احترام کرتے ہیں اور اس کی بہت تعریفیں کرتے ہیں۔ میں نے سوچا کہ اس سے اس طرح ملوں کہ وہ مجھے پہچان نہ سکے۔ اتفاق سے ایک روز اسے دیکھا کہ بہت لوگ اس کے گرد بیٹھے ہیں۔ لیکن وہ ان سے کنارہ کش ہونا چاہتا تھا۔ اور ایک کپڑے سے وہ اپنے چہرے کو ناک تک چھپائے ہوئے مستقل اس کوشش میں تھا کہ کسی طرح ان کے درمیان سے اٹھ جائے۔ بالآخر ایک طرف سے ان کے درمیان سے اٹھ کر نکل گیا۔ میں اس کے پیچھے پیچھے چلا اور اس کے عمل کو دیکھتا رہا کہ ایک نانوائی کی دوکان تک پہنچے نانوائی اس کی طرف سے غافل تھا۔ تو وہ موقع پاتے ہی چپکے سے دو روٹیاں لے کر چل دیا۔ کچھ دور گیا تھا کہ دیکھا کہ ایک شخص انار بیچ رہا ہے اس کی نظر بچتے ہی اس شخص نے دو عدد انار بھی اٹھا لئے۔ امامؑ فرماتے ہیں کہ مجھے بہت تعجب ہوا کہ یہ شخص چوری کیوں کر رہا ہے۔ بالآخر راستے میں وہ ایک مریض کے پاس

---

[۱] فروع کافی جزء چہارم ص۹

گیا اور اس کو وہ دونوں روٹیاں اور انار دے دیئے۔ میں اس کے پیچھے ہی چلتا رہا۔ یہاں تک کہ شہر سے باہر نکل گیا۔ وہ چاہتا تھا کہ ایک گھر میں داخل ہو، میں اس کے قریب پہنچا اور اس سے کہا کہ اے بندۂ خدا میں نے تیری بہت شہرت سنی تھی اور چاہتا تھا کہ تجھ سے ملوں مگر میں نے تیرے اندر ایک ایسی چیز دیکھی کہ مجھے اپنا ارادہ بدلنا پڑا ہے۔ اس نے پوچھا، آپ نے مجھ میں کیا دیکھا؟ میں نے کہا کہ تو نے دو عدد روٹیاں اور دو انار چرائے، اس نے مجھے مزید بولنے کا موقعہ نہ دیا۔ اور پوچھا آپ کون ہیں۔ میں نے کہا میں خاندان رسالت سے ہوں۔ میرے وطن کے بارے میں پوچھا، میں نے کہا مدینہ۔ تو وہ بولا آپ شاید جعفر بن محمد بن علی بن حسین (علیہم السلام) ہیں، میں نے کہا ہاں۔ کہنے لگا آپ کو اس رشتہ اور نسبت سے کیا فائدہ؟ کہ آپ جاہل ہیں۔ اپنے اجداد کے علم سے بے بہرہ ہیں (معاذ اللہ) میں نے پوچھا وہ کیسے؟ کہنے لگا اس لئے کہ آپ نے قرآن مجید میں یہ بھی نہیں پڑھا کہ پروردگار فرماتا ہے (من جاء بالحسنة فله عشرة امثالها ومن جاء بالسيئة فلا يجزى الا مثلها) اگر کوئی نیک کام کرے گا تو ایک نیکی پر دس گنا ثواب ملے گا۔ اور کوئی برا کام انجام دے گا تو اس کو اس برائی کے برابر ہی گناہ ملے گا اور عذاب میں مبتلا ہو گا۔

میں نے دو روٹیاں اور دو انار چرائے اس صورت میں میں نے چار گناہ کئے لیکن کیوں کہ میں نے انفاق کیا اور راہ خدا میں مریض کو دے دیئے۔ لہٰذا اس آیت کی رو سے مجھے چالیس نیکیاں ملیں۔ اب چالیس نیکیوں میں سے چار گناہ کم کر دیں تو چھتیس نیکیوں کا پھر بھی میں طلبگار ہوں۔ امام فرماتے ہیں میں نے کہا (ثكلتك امك) تیری ماں تیرے غم میں بیٹھے تو قرآن سے بالکل بے بہرہ اور جاہل ہے۔ کیا تو نے نہیں سنا کہ پروردگار فرماتا ہے (انما يتقبل الله من المتقين)

بے شک پروردگار متقیوں کے اعمال کو قبول کرتا ہے۔ میں نے اس سے کہا کہ تو نے دو روٹیاں اور انار چرائے تو چار گناہ ہوئے اور کیوں کہ یہ صاحب مال کی اجازت کے بغیر وہ مال تو نے دوسرے کو دے دیا لہٰذا چار گناہ مزید ہو گئے۔ وہ شخص مجھے غور سے دیکھنے لگا۔ میں نے اس کو اس کے حال پر چھوڑا اور وہاں سے چل دیا۔

۷۔ صدقہ دے کر اپنے مال کی حفاظت کرو

امام صادقؑ فرماتے ہیں کہ جناب سرور کائناتؐ اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ وہاں سے ایک یہودی گذرا اور اس نے پیغمبر سے کہا السام علیک۔ حضور اکرمؐ نے فرمایا۔ علیہ۔

اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ اس نے کہا تھا کہ (نعوذ باللہ) آپؐ مرجائیں۔ آنجنابؐ نے فرمایا میں نے بھی اس کو یہی جواب دیا کہ تو مرجائے۔ پھر فرمایا کہ اس شخص کی پیٹھ پر ایک کالا سانپ کاٹے گا۔ اور یہ مرجائے گا یہودی وہاں سے چلا گیا۔ اور جنگل سے سوکھی لکڑیاں جمع کیں اور تھوڑا واپس آیا۔ جب جناب رسول خدا کے سامنے سے گذرنے لگا تو آپؐ نے فرمایا لکڑیوں کو زمین پر رکھ دے۔ اس نے لکڑیاں زمین پر رکھ دیں۔ تو دیکھا کہ اس میں ایک کالا سانپ ہے اور اپنے منہ میں ایک لکڑی دبائے ہوئے ہے۔ پیغمبر اکرمؐ نے یہودی سے پوچھا آج تم نے کیا کیا ہے؟ کہنے لگا میں نے کچھ نہیں کیا۔ جب لکڑیوں کو جمع کر چکا تو میرے پاس دو روٹیاں تھیں۔ ایک میں نے خود کھالی اور ایک روٹی

۱؎ انوار نعمانیہ ص۱۹

ایک فقیر کو صدقہ کردی۔ آنجنابؑ نے فرمایا بس اسی صدقہ کی وجہ سے تمہاری جان بچ گئی (الصدقۃ تدفع میتۃ السوء عن الانسان)[1]

۱۸۔ صدقہ آسمانی بلا کو ٹالتا ہے

ایک مرتبہ ایک قافلہ انتہائی قیمتی سامان لے کر تجارت کے لیے جا رہا تھا۔ امام صادقؑ بھی اس قافلے میں تھے۔ راستے میں اطلاع ملی کہ آگے کچھ ڈاکو ہیں جو قافلے کو لوٹنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ اس خبر کے سننے سے قافلے والے اتنے خوف زدہ ہو گئے کہ ترس و وحشت ان کے چہروں سے عیاں ہونے لگی۔ امام صادقؑ نے فرمایا تم لوگ کیوں گھبرا رہے ہو اور کیا وجہ ہے کہ اتنے خوف زدہ ہو گئے ہو؟ قافلے والوں نے کہا، ہم لوگ بہت قیمتی سامان لئے ہوئے ہیں اور ہمیں خوف ہے کہ ڈاکو ہمارا سامان نہ چھین لیں۔ کیا یہ ممکن ہے کہ یہ سامان ہم آپ کے حوالے کر دیں۔ جب ڈاکوؤں کو معلوم ہوگا کہ یہ سامان آپ کا ہے تو شاید نہ لوٹیں؟ امامؑ نے فرمایا تم کو یہ کیسے پتہ چلا کہ وہ میرا مال نہیں لوٹیں گے۔ شاید وہ لوگ میرا ہی مال لوٹنے آ رہے ہیں۔ اس صورت میں تم لوگوں کا مال بھی بلا وجہ ضائع ہو جائے گا۔ قافلہ والوں نے پوچھا پھر ہم کیا کریں؟ کیا یہ بہتر ہے کہ سارا سامان بڑے بڑے گڑھے کھود کر ان میں چھپا دیں۔ امامؑ نے فرمایا اس صورت میں تو زیادہ امکان ہے کہ سامان جلد ہی ضائع ہو جائے۔ یا ممکن ہے کہ کسی کو معلوم ہو جائے اور وہ اس سامان کو نکال لے جائے۔ یا واپسی میں تم لوگ وہ جگہ بھول جاؤ جہاں مال چھپایا ہو۔ سب نے کہا پھر ہمیں کیا کرنا چاہیئے

---

[1] فروع کافی جز ۴ ص ۵

امامؑ نے فرمایا تم اپنا سامان اس کے ذمہ کر دو جو تمام بلاؤں اور مصیبتوں سے بچانے والا ہے۔ اور ہر چیز میں برکت دینے والا ہے۔ اس طرح سے کہ دنیا میں جو اس کی قیمت ہے اس سے کہیں زیادہ منافع ہو اور ایسے وقت میں تم کو واپس دے جب تم کو اس کی سخت ضرورت ہو۔ لوگوں نے پوچھا وہ کون ہے؟ امامؑ نے فرمایا وہ پروردگار عالم ہے۔ قافلے والے کہنے لگے اس کے حوالے کیسے کریں۔ امامؑ نے فرمایا کہ محتاجوں اور فقیروں کو صدقہ کر دو۔ قافلے والے بولے یہاں تو کوئی بھی فقیر اور مسکین نہیں ہے کہ اسے دے سکیں۔ فرمایا تم لوگ عہد کر لو کہ ایک تہائی حصہ صدقہ دو گے تاکہ پروردگار اس چیز سے تم لوگوں کو بچائے جس سے تم ڈرتے ہو۔ قافلہ والوں نے ایسا ہی کیا۔ امامؑ نے فرمایا اب تمہارا مال خدا کے سپرد ہے۔ اپنے راستے پر چلتے رہو۔ ابھی یہ لوگ کچھ ہی آگے بڑھے تھے کہ دیکھا ڈاکو بیٹھے ہوئے ہیں۔ قافلے والے پھر ڈرنے لگے۔ امامؑ نے فرمایا اب کیوں ڈرتے ہو۔ تم لوگوں کا ضامن تو پروردگار ہے۔ جیسے ہی ڈاکوؤں نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو دیکھا آگے بڑھے اور امام کی دست بوسی کے بعد کہنے لگے کہ گذشتہ شب ہم نے حضور سرورِ کائناتؐ کو خواب میں دیکھا ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ گھوڑوں سے اتر کر تم لوگ امام جعفر صادقؑ کے پاس جاؤ۔ اب ہم آپؑ کی خدمت میں حاضر ہیں تاکہ آپ دشمنوں اور راہزنوں سے محفوظ رہیں۔ امامؑ نے فرمایا ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ جس نے ہمیں تم سے بچایا ہے وہ دوسرے دشمنوں سے بھی بچائے گا۔ قافلے والے سلامتی سے اپنی اپنی منزلوں تک پہنچ گئے۔ ایک تہائی حصہ صدقہ کر دیا اور سامان کو فروخت کرنے میں انہیں دس گنا فائدہ ہوا۔ وہ لوگ آپس میں کہتے تھے کہ امام کی ہمراہی سے کتنی برکت پیدا ہوئی۔ امامؑ نے فرمایا اب تم پروردگار سے سودا کرنے کا فائدہ سمجھ سکتے

ہوا اس کے بعد اس روش کو ہمیشہ جاری رکھنا۔[1]

۱۹۔ صدقے سے تمام نحوستیں دور ہو جاتی ہیں

امام صادق فرماتے ہیں میرے اور ایک شخص کے درمیان کچھ زمین تقسیم ہونا تھی وہ شخص علم نجوم جانتا تھا۔ اس لئے تقسیم میں دیر کرتا کہ جب اس کا ستارہ عروج پر ہوگا تب تقسیم ہوگی تاکہ اسے فائدہ ہو اور زیادہ زمین ملے۔ بالآخر اس نے وہ دن اور وقت طے کیا کہ جس میں اس کے اعتقاد کے مطابق اس کا ستارہ بلندی پہ ہوتا اور اسے فائدہ ملتا۔ اور مجھے نقصان ہوتا۔ وہ وقت وغیرہ طے کرکے آیا۔ اور زمین تقسیم ہوئی۔ لیکن مجھے زیادہ نفع ہوا۔ یہ دیکھکر اس نے افسوس کی وجہ سے اپنے ہاتھ پہ ہاتھ مارا اور بولا (ما رایت کالیوم قط) آج کا جیسا منحوس دن میں نے کبھی بھی نہیں دیکھا۔ میں نے پوچھا کیا ہوا؟ کہنے لگا میں ستارہ شناس ہوں اور ایک اچھی گھڑی میں، میں اپنے گھر سے نکلا تھا اور بری گھڑی آپ کے لئے منتخب کی تھی مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ کام الٹا ہوگیا ہے۔ آپ فائدے میں رہے، اور مجھے خسارہ ہوا۔ امام فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کیا تم چاہتے ہو کہ میں تمہیں وہ حدیث سناؤں جو مجھے میرے والد ماجد نے تعلیم دی تھی۔ وہ کہنے لگا فرمایئے، تو میں نے کہا جناب رسول خدا صلعم نے فرمایا جو شخص چاہتا ہے کہ پروردگار عالم دن بھر اس سے نحوست اور پریشانیوں کو دور رکھے اسے چاہیئے کہ اس دن صبح کے وقت صدقہ دے۔ اور اگر چاہے کہ رات بھر پریشانیاں، اور نحوستیں اس سے دور رہیں تو شام کے وقت صدقہ دے۔ میں جب گھر سے نکلا تو میں نے صدقہ دیا تھا صدقہ دینا تمہارے

---

[1] کلمہ طیبہ صد ۲۶۲

نے علم نجوم سے لاکھ درجے بہتر ہے۔ شاعر کیا خوب کہتا ہے کہ ع

تا توانی بجہاں خدمت محتاجاں کن

بدمی یا درمی یا قلمی یا قدمی

یعنی جب تک تم دنیا میں ہو حتی المقدور ہر طرح سے محتاجوں کی مدد کرتے رہو، چاہے مال سے امداد ہو یا تقریر و تحریر کے ذریعے یا ان کی آواز پر آواز بلند کر کے ان کی مدد ہو سکے۔

۲۰۔ صدقہ اور انفاق میں جتانا نہیں چاہیئے

ایک شخص حضرت امام محمد تقی علیہ السّلام کی خدمت میں اس حالت میں حاضر ہوا کہ خوشی اس کے چہرے سے عیاں تھی۔ امامؑ نے پوچھا تم آج کیوں اتنے خوش ہو کہنے لگا یا بن رسول اللہ میں نے اپنے والد ماجد سے سُنا ہے کہ بہترین دن انسان کے لئے وہ ہے جس دن وہ اپنے برادر مومن کو صدقہ دے۔ اور اس کے ذریعے کسی بندۂ خدا کی مدد ہو اور وہی دن اس کے لئے خوشی کا دن ہے آج دس برادران دینی میرے پاس آئے تھے۔ تمام بے چارے غریب اور بچوں والے تھے۔ میں نے ان کی خدمت کی۔ اور ان لوگوں کی کچھ مدد بھی کی اس لئے آج میں بہت خوش ہوں۔ امامؑ نے فرمایا مجھے میری جان کی قسم تمہاری یہ خوشی اس وقت سزاوار ہے جب کہ تم اپنے اس عمل کو ابھی یا اس کے بعد ضائع نہ کر بیٹھو۔ وہ شخص کہنے لگا کہ میرا یہ نیک عمل کیسے ضائع ہو سکتا ہے۔ حالانکہ میں آپ کے خالص شیعوں میں سے ہوں۔ امام جوادؑ نے فرمایا کہ تم نے ابھی اپنی نیکی اور غریب

ف اصول کافی جزء ۲ ص ۳۳

نادار بھائیوں کی مدد کا صلہ ضائع و برباد کر دیا۔ اس نے پوچھا کیسے ؟ امامؑ نے فرمایا اس آیت کو پڑھو (ولا تبطلوا صدقاتکم بالمن والاذی) یعنی اپنے صدقات کو ظاہر کر کے اور لوگوں کو آزار دے کر ضائع اور برباد نہ کرو وہ شخص لوا ہیں نے جس کی خدمت اور مدد کی ہے نہ ان پر جتایا ہے اور نہ ہی کوئی تکلیف یا اذیت دی ہے۔ امامؑ نے آیت کی تفسیر بیان کرتے ہوئے کہا کہ پروردگا اس آیت میں یہ نہیں کہہ رہا کہ جن لوگوں کو صدقہ دیا ہے ان پر جتا کر یا آزردہ خاطر کر کے اپنے نیک اعمال کو ضائع مت کرو۔ بلکہ اس سے ہر قسم کی اذیت اور پریشانی مراد ہے۔ تمہارے نزدیک ان لوگوں کو جنہیں تم نے صدقات وغیرہ دیے ہیں آزردہ خاطر کرنا بڑا گناہ ہے۔ یا ان فرشتوں کو جو تم پر مامور ہیں۔ یا ہم لوگوں کو (یعنی آئمہ معصومینؑ) اس نے جواب دیا کہ آپؑ اور فرشتوں کو آزردہ کرنا زیادہ بڑا گناہ ہے۔ امام جوادؑ نے فرمایا کہ حقیقتاً تم نے ہمیں آزردہ و رنجیدہ کیا ہے۔ اس نے پوچھا یا ابن رسول اللہ میں نے اپنے کس قول یا فعل سے آپؑ کو رنجیدہ کیا ہے ؟ امامؑ نے تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ تم نے اپنی گفتگو سے ہمیں رنجیدہ کیا ہے کہ میں اپنے اعمال کیسے ضائع کر سکتا ہوں۔ جب کہ میں آپؑ کے خالص شیعوں میں سے ہوں۔ تم جانتے ہو کہ ہمارے خالص شیعہ کون ہیں ؟ اس شخص نے تعجب خیز لہجے میں کہا۔ نہیں میں نہیں جانتا۔ امام جوادؑ نے فرمایا کہ حزبیل مومن آل فرعون اور صاحب یٰس کو خداوند فرماتا ہے (وجاء رجل من اقصی المدینۃ یسعی) سلمان، ابوذر، مقداد اور عمار تم نے (خود کو ہمارا شیعہ خالص کہکر) اپنے کو ان لوگوں کے برابر سمجھا۔ کیا تمہاری ان باتوں سے ہمیں اور ملائکہ کو اذیت نہیں ہوئی ؟ وہ کہنے لگا، استغفر اللہ واتوب الیہ، یا ابن رسول اللہ پھر مجھے کیا کہنا چاہیئے۔ امامؑ نے فرمایا کہ تم کہو کہ میں آپ کے دوستوں میں سے ہوں اور آپ کے دشمنوں

کا دشمن اور آپ کے دوستوں کا دوست ہوں. اس نے عرض کہ میں یہی کہوں گا. اور میں واقعتاً ایسا ہی ہوں. جو کچھ میں نے کہا. کیوں کہ اسے خدا، ملائکہ، اور آپ پسند نہیں کرتے لہٰذا توبہ کرتا ہوں. امام جوادؑ نے فرمایا اب تمہاری وہ نیکیاں اور حسنات تمہیں واپس مل گئیں جو تمہارے اس قول کی بنا پر ختم ہو گئی تھیں۔ [1]

شیخ سعدی اپنے تین اشعار میں کہتے ہیں :۔

۱۔ رہ نیکمرد آزادہ گیر، چو استادہ ای دست افتادہ گیر

۲۔ ببخشائے کانان کہ مرد حقند، خریدار بازار بے رونقند

۳۔ جواں مرد اگر راست خواہی ولیست، کرم پیشہ، شاہ مردان علیست [2]

(۱) یعنی اگر نیک خو اور اچھی صفات والوں کے راستے پر چلو اور اگر تم صاحب ثروت ہو تو غریبوں کا سہارا بنو۔

(۲) جود و سخا اور کرم و بخشش کو اپنا شعار بنائیں. کیوں کہ مرد حق شناس بے رونق بازار کے خریدار ہیں. یعنی ان کے لئے دنیا میں کچھ نہیں وہ نیک کام کر کے اپنے لئے ذخیرہ کرتے ہیں۔

(۳) اگر کوئی جوان مرد راہ راست پر چلے تو واقعتاً وہ خدا کا پسندیدہ ہے. اور کرم و بخشش تو شاہ مردان امیر مومنان حضرت علی علیہ السّلام کا شیوہ اور طرۂ امتیاز ہے۔

۲۱۔ کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے؟

ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھا ہوا تھا. اور دستر خوان

---

[1] کلمہ طیبہ ص ۲۵۲

پر مرغ مسلم بھی تھا۔ کہ اچانک ایک فقیر دروازے پر آیا اور سوال کیا کہ للہ
میری مدد کرو۔ وہ شخص غصہ میں اٹھا اور فقیر کو دھتکار دیا۔ کچھ دنوں بعد وہ شخص
خود غریب و فقیر ہوگیا اور مفلسی کی وجہ سے اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی
اس کی بیوی نے دوسری شادی کرلی۔ اتفاقاً ایک دن وہ عورت اپنے دوسرے
شوہر کے ساتھ کھانا کھا رہی تھی اور وہاں بھی مرغ مسلم تھا کہ ایک فقیر دروازے
پر آیا۔ شوہر نے کہا بہتر یہ ہے کہ مرغ مسلم اس فقیر کو دے آؤ۔ عورت نے جا کر فقیر
کو وہ مرغ دے دیا۔ جب واپس آئی تو رو رہی تھی۔ شوہر نے دیکھ کر سبب پوچھا
تو اس عورت نے کہا کہ یہ فقیر میرا پہلا شوہر تھا۔ یہ کہہ کر سارا واقعہ جو اس کے ساتھ
دستر خوان پر گذرا تھا، سُنا دیا۔ اس کے شوہر نے کہا خدا کی قسم میں وہی فقیر ہوں
جو تمہارے دروازے پر گیا تھا اس شخص نے مجھے رنجیدہ و ذلیل کیا تھا۔[1]

۲۲۔ لوگوں کی گذارشات کیسے قبول کی جائیں

یسع بن حمزہ کہتے ہیں کہ امام رضاؑ کی خدمت میں مشرف ہوا۔ ان سے باتیں
کر رہا تھا۔ کچھ دوسرے لوگ بھی وہاں بیٹھے ہوئے تھے، جو دینی مسائل اور حلال
اور حرام کے بارے میں سوالات کر رہے تھے۔ اس وقت ایک بلند قامت شخص
پہنچا جس کا رنگ گندمی تھا۔ امام علیہ السّلام کو معلوم کرنے کے بعد اس نے کہا
یا بن رسولؐ اللہ! میں آپ کا اور آپ کے آباؤ اجداد کا شیعہ اور چاہنے والا
ہوں۔ سفر حج سے واپس آرہا ہوں۔ میرے پاس جو رقم مخارج سفر کے لئے
تھی گم ہوگئی ہے۔ آپ میری کچھ امداد فرمائیے۔ تاکہ اپنے گھر تک پہنچ سکوں

---

[1] ثمرات الاوراق ابن حجۃ حموی برحاشیہ مستطرف ج ۲ ص ۱۴۹

لیکن کیوں کہ خداوند عالم نے تمام ضروریات زندگی سے مجھے نوازا ہے۔ اور گھر کا میں ایک خوشحال انسان ہوں ہوں لہٰذا صدقہ کا بھی مستحق نہیں ہوں (جتنی رقم آپ مجھے یہاں فرمائیں گے) میں اسے گھر جا کر آپ کی طرف سے صدقہ کر دوں گا۔ امامؑ نے فرمایا بیٹھو، خدا تمہیں معاف فرمائے۔ امامؑ پھر لوگوں سے بات کرنے لگے۔ یہاں تک کہ یہ سب لوگ چلے گئے۔ صرف میں (یسع بن حمزہ) سلیمان جعفری خثیمہ اور وہ شخص بیٹھے رہ گئے۔ حضرت علی ابن موسیٰ الرضاؑ نے فرمایا میں تھوڑی دیر کے لئے اندر جانا چاہتا ہوں۔ سلیمان نے کہا بسم اللہ۔ آپؑ گھر میں تشریف لے گئے۔ تھوڑی دیر بعد واپس آئے تو دروازہ بند کر کے اس کے پیچھے کھڑے ہو گئے۔ اپنا ہاتھ باہر نکال کر فرمایا خراسانی کہاں ہے۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوں۔ امامؑ نے فرمایا یہ دو سو دینار اپنے اخراجات کے لئے لے لو۔ میری طرف سے صدقہ بھی نہ دینا۔ البتہ یہاں سے ابھی چلے جاؤ۔ تاکہ نہ میں تمہیں دیکھوں اور نہ تم مجھے۔ خراسانی چلا گیا تو امام علیہ السلام باہر تشریف لائے۔ سلیمان نے عرض کیا۔ میں آپ پر قربان ہو جاؤں آپ نے اس شخص پر کرم فرمایا اور اس کو کافی مقدار میں رقم بھی بخشی۔ لیکن آپ دروازے کے پیچھے کھڑے کیوں ہو گئے تھے؟ آپ نے جواب دیا کہ میں اس کی حاجت پوری کر کے اس کے چہرہ پر ظاہر ہونے آثار شرمندگی کو نہیں دیکھنا چاہتا تھا چونکہ ہر سوال کرنے والا وقت سوال شرم وحیا محسوس کرتا ہے کیا تم نے پیغمبر اسلام کی حدیث نہیں سُنی؟ (المستتر بالحسنة.....لہ) اگر کوئی شخص کار خیر پوشیدہ انجام دے گا تو اس کو ستر حج کے برابر ثواب ملے گا، اور اگر کوئی آشکار اور ظاہری طور پر گناہ کرے تو خدا کے نزدیک ذلیل وخوار ہوگا۔ لیکن اگر کسی سے گناہ سرزد ہو اور وہ چھپا رہے تو اسے خدا بخش دے گا۔ کیا تم نے یہ قول نہیں سُنا؟

(منی آتہ یوماً بما ثہ) یعنی جب بھی اس سے سوال کرتا ہوں تو کبھی شرمندہ نہیں ہونا پڑتا بلکہ اپنے اہل و عیال کے پاس سرخرو واپس آتا ہوں۔

۲۳۔ امام زین العابدین اور محتاجوں کی پرورش

حضرت امام محمد باقر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جب میں امام زین العابدین غسل دے رہا تھا تو حاضرین میں سے کسی نے آپ کے زانو اور پائے مبارک پر گٹھے کے نشانات دیکھے۔ اچانک ان کی نظر امام کے شانہ پر بھی پڑی تو دیکھا کہ وہاں بھی نشانات پڑے ہیں۔ ان لوگوں نے امام محمد باقرؑ سے عرض کیا کہ آپ کے والد ماجد کے زانو اور پائے مبارک پر جو نشان ہیں وہ تو یقیناً طولانی سجدہ کرنے کی وجہ سے ہیں لیکن یہ شانہ پر کیسے نشان ہیں۔ امامؑ نے فرمایا کہ اگر ان کی زندگی میں تم یہ سوال کرتے تو ہرگز نہ بتاتا۔ کوئی روز ایسا نہیں گذرتا تھا کہ میرے بابا حتی المقدور مجبور اور بے نوا لوگوں کو سیر نہ کرتے ہوں۔ رات کو جب سب کھانا کھا لیتے تو باقی کھانا ایک کیسہ میں الگ رکھ لیتے تھے اور سب کے سو جانے کے بعد گھر سے نکلتے۔ جو لوگ اپنی عزت و شرافت کی وجہ سے سوال نہیں کر سکتے اور تنگدست ہوتے انہیں وہ کھانا تقسیم کر دیتے تھے۔ ان لوگوں کو یہ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہمارے لئے کھانا لانے والا کون ہے۔ یہاں تک کہ خود امامؑ کے گھر والوں کو بھی اس بات کا علم نہ تھا، صرف میں جانتا تھا۔ امامؑ یہ چاہتے تھے کہ انہیں راز میں صدقہ دینے والوں کی جزا ملے۔ آپؑ اکثر فرماتے تھے کہ (ان صدقۃ السر تطفی غضب اللہ) صدقہ دے کر کسی پر ظاہر کرنے سے خدا کی ناراضگی ختم ہو جاتی ہے جس طرح آگ کو پانی بجھا دیتا ہے۔ اگر تم میں سے کوئی داہنے ہاتھ سے صدقہ دے تو اس طرح دے کہ

بائیں ہاتھ کو اطلاع بھی نہ ہو۔ (یعنی صدقہ اس طرح چھپ کر دے کہ کسی کو خبر نہ ہو)

۲۴۔ صدقہ دینے سے رزق زیادہ ہوتا ہے

امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے بیٹے محمدؒ سے فرمایا کہ بیٹا گھر کے اخراجات سے کتنی رقم بچی ہے۔ بیٹے نے جواب دیا چالیس دینار۔ امامؑ نے فرمایا اسے جا کر صدقہ کر دو۔ محمد نے کہا پھر ہمارے پاس کچھ نہ بچے گا صرف یہی چالیس دینار ہیں۔ امامؑ نے فرمایا تم اسے صدقہ کر دو۔ خداوند تمہیں اس کا ضرور اجر دے گا۔ پھر فرمایا (اما علمت ان لکل شئی مفتاح مفتاح الرزق الصدقہ) یعنی ہر چیز کی ایک کنجی ہوتی ہے اور رزق کی کنجی صدقہ ہے پس ان چالیس دیناروں کو صدقہ کر دو۔ محمد نے حکم امامؑ پر عمل کیا۔ اس واقعہ کو دس دن بھی نہ گذرے تھے کہ چار ہزار دینار امامؑ کو ملے۔ امام نے فرمایا کہ بیٹا ہم نے راہ خدا میں چالیس دینار دیئے تھے اس نے ان کے بدلے ہمیں چار ہزار دینار عطا کئے ہیں[۲]

۲۵۔ شرط جنّت

امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ انصار کے کچھ لوگ پیغمبر صلعم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سلام کے بعد عرض کیا۔ یا رسول اللہ ہماری ایک حاجت

---

[۱] سفینۃ البحار ج ۲ صہ ۲۴

[۲] کافی جلد ۴ صہ ۱

ہے۔ آپ نے فرمایا کیا ہے؟ عرض کیا ایک بڑی درخواست ہے۔ رسول کریمؐ نے فرمایا جو کچھ ہو بیان کرو۔ ان لوگوں نے کہا ہم چاہتے ہیں کہ آپؐ ہمارے جنت میں جانے کی ضمانت کر دیں۔ یہ سن کر رسول اللہ نے سر جھکا لیا اور کسی چیز سے زمین پر خط کھینچنے لگے تھوڑی دیر بعد سر اٹھا کر فرمایا۔ میں تمہاری جنت کا ضامن ہوں بشرطیکہ تم کسی سے کوئی سوال نہ کرو۔ انصار نے اس کے بعد طے کر لیا کہ کسی سے سوال نہ کریں گے۔ اور اس طرح عمل کیا کہ اگر سفر کرتے ہوئے گھوڑے سے ان کا تازیانہ گر جاتا تو سوال کے خوف سے کسی سے نہ مانگتے۔ بلکہ خود گھوڑے سے اتر کر اٹھاتے تھے۔ یہاں تک کہ اگر دستر خوان پر کھانا کھاتے ہوئے پانی کی ضرورت ہوتی اور کسی دوسرے شخص کے پاس پانی ہوتا اس سے طلب نہ کرتے۔ بلکہ خود اپنی جگہ سے اٹھ کر پانی پیتے تھے۔

۲۶۔ اس دُعا میں تعجّب خیز اثر تھا

جناب یونسؑ نے تیس سال تک اپنی قوم کو تبلیغ کی۔ لیکن سوائے دو آدمیوں کے کوئی ایمان نہ لایا۔ ایک عابد تھا اس کا نام ملیخا یا تنوفا تھا۔ دوسرا عالم تھا۔ اس کا نام روبیل تھا۔ امام جعفر صادقؑ نے فرمایا کہ خداوند عالم نے وعدۂ عذاب کرنے کے بعد کسی قوم سے اپنا عذاب دور نہیں کیا۔ مگر قوم یونسؑ وہ قوم تھی جس کے لئے عذاب کا وعدہ ہو چکا تھا لیکن نازل نہیں ہوا۔ جناب یونسؑ نے انہیں ہر چند دعوت اسلام دی مگر انہوں نے ایک نہ سُنی جناب یونسؑ نے سوچا کہ ان کے لئے بد دعا کریں۔ عابد نے بھی اس بارے میں آپ کو مشورہ دیا۔ لیکن روبیل عالم نے منع کیا اور کہا خداوند عالم آپ کی دعا قبول تو کرے گا۔ مگر وہ یہ نہیں چاہتا کہ اپنے بندوں کو ہلاک کر دے۔ آخر جناب یونسؑ

نے عابد کے مشورے پر عمل کیا اور اپنی قوم کے لئے بد دعا کی۔ وحی ہوئی کہ فلاں دن فلاں وقت عذاب نازل ہوگا۔ جب عذاب نازل ہونے کی تاریخ آئی تو جناب یونس عابد کو ساتھ لے کر شہر سے باہر چلے گئے لیکن روبیل شہر سے باہر نہ نکلا۔ عذاب کے نازل ہونے کا وقت آگیا۔ آثار ظاہر ہونے لگے۔ قوم یونس پریشان ہوئی (کیوں کہ جناب یونس کو بہت تلاش کیا مگر وہ نہ ملے) روبیل نے ان سے کہا کہ اگر یونسؑ نہیں تو تم خدا سے پناہ مانگو۔ گریہ وزاری کرو۔ شاید خدا تم پر رحم کرے۔ لوگوں نے اس سے پوچھا ہم کیسے پناہ مانگیں۔ روبیل نے کچھ دیر غور وفکر کے بعد کہا دودھ پینے والوں بچوں کو ان کی ماؤں سے جدا کر دو یہاں تک کہ اونٹ، بھیڑ، بکری اور گائے سب کو ایک دوسرے سے جدا کر دو۔ اور شہر چھوڑ کر سب لوگ صحرا میں چلے جائیں اور رو رو کر یونس کے خدا سے جو زمین و آسمان اور بڑے بڑے دریا، غرض ہر شئے کا مالک ہے طلب عفو وبخشش کرو۔ لوگوں نے روبیل کے کہنے کے مطابق عمل کیا قوم کے سن رسیدہ افراد اپنے چہروں کو زمین پر رکھکر رو رہے تھے۔ قوم کے ساتھ حیوانات کی بھی آوازیں بلند ہو رہی تھیں۔ اور معلوم ہو رہا تھا کہ جنگل کے درخت بھی ان کے ساتھ رو رہے ہیں۔ رحمت پروردگار عالم ان کی طرف مائل ہوئی۔ عذاب ہوتے ہوتے رک گیا اور پہاڑوں کی طرف چلا گیا۔ عذاب کی تاریخ گذرنے کے بعد جناب یونس پھر شہر کی طرف آئے تاکہ دیکھیں کہ قوم کس طرح ہلاک ہوئی ہے۔ شہر کے قریب پہنچے تو دیکھا لوگ حسب معمول زندگی بسر کر رہے ہیں۔ کچھ لوگ کھیتی میں مشغول ہیں۔ ایک شخص جناب یونس کو نہیں پہچانتا تھا۔ اس سے آپ نے پوچھا کہ قوم یونس کس عالم میں ہے۔ اس نے جواب دیا یونس نے اپنی قوم کے لئے بد دعا کی تھی۔ خداوند عالم نے ان کی دعا قبول کر لی اور عذاب نازل کیا۔ لیکن

وہ لوگ ایک جگہ جمع ہو کر رونے اور گڑگڑانے لگے۔ خدا سے معافی مانگی اس نے بھی ان پر رحم کیا اور اپنا عذاب ان سے دور کر دیا۔ اب وہ لوگ حضرت یونس کی تلاش میں ہیں۔ تاکہ ان پر ایمان لائیں۔ یہ سنکر جناب یونسؑ کو غصہ آیا۔ وہاں سے ایک دریا کی طرف چل دیئے۔ چنانچہ خداوند عالم نے بھی جناب یونس کو اپنی قوم پر برہم ہونے کی داستان اس آیت میں بیان کی ہے (وذالنون اذ ذھب...... نقدر علیہ) جناب یونس جب دریا کے پاس پہنچے تو ایک کشتی چلتی ہوئی دیکھی لوگوں سے کشتی میں سوار ہونے کی خواہش کی۔ لوگوں نے کشتی روک لی۔ اور یونس سوار ہو گئے۔ کشتی پھر چلنے لگی۔ جب دریا کے بیچ میں پہنچی تو خداوند عالم نے ایک مچھلی کو کشتی کی طرف جانے کا حکم دیا۔ حضرت یونسؑ پہلے کشتی میں آگے بیٹھے ہوتے تھے۔ لیکن جب مچھلی نے حملہ کیا تو خوف کی وجہ سے پیچھے چلے گئے۔ مچھلی پھر ان کی طرف آئی۔ لوگوں نے کہا ہم میں سے کوئی نافرمان ہے۔ قرعہ اندازی کی جائے۔ جس کے نام قرعہ ہو گا اسے اس مچھلی کا لقمہ قرار دیں۔ قرعہ اندازی ہوئی تو قرعہ جناب یونسؑ کے نام نکلا۔ لوگوں نے انہیں دریا میں ڈال دیا۔ (فالتقمہ...... وھو ملیم) مچھلی جناب یونس کو نگل گئی اور وہ اپنے نفس پر نفرین کر رہے تھے۔ روایت ابی البحار و دمیں ہے کہ امام محمد باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت یونسؑ تین روز تک مچھلی کے پیٹ میں رہے۔ دریاؤں کی تاریکی میں خدا کو پکارا تو اس نے حضرت یونسؑ کی دعا قبول کی (فنادی فی الظلمات...... المؤمنین) (ص۱۵)

حضرت یونسؑ نے تاریکیوں میں دعا کی (جناب یونسؑ تین تاریکیوں کے درمیان تھے۔ (۱) تاریکی شکم ماہی (۲) تاریکی شب (۳) تاریکی دریا) کہ پروردگار! تیرے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے۔ تیری ذات پاک و پاکیزہ ہے، میں ظالموں میں سے ہوں۔ ہم نے حضرت یونسؑ کی دعا قبول کی اور انہیں اس پریشانی سے نجات دی

اور ہم اس طرح مومنین کو نجات دیتے ہیں مچھلی نے جناب یونسؑ کو دریا کے کنارے ساحل پر ڈال دیا چونکہ جناب یونسؑ کے جسم کے تمام بال گر گئے تھے اور کھال نازک ہو گئی تھی لہذا خدا نے ان کے لئے ایک درخت کدو پیدا کر دیا۔ تاکہ وہ اس درخت کے سائے میں رہیں اور حرارت آفتاب سے محفوظ رہیں۔ اس وقت یونسؑ برابر تسبیح و تقدیس خدا کر رہے تھے۔ یہاں تک کہ ان کی کھال اپنے اصلی حالت پر آ گئی۔ خدا نے ایک کیڑے (دیمک) کو حکم دیا کہ وہ درخت کدو کی جڑ کھالے۔ اس نے جڑ کھالیا اور درخت خشک ہو گیا۔ درخت کے خشک ہونے کا حضرت یونسؑ کو بہت افسوس ہوا۔ خدا نے فرمایا یونس! کیوں اتنے رنجیدہ ہو۔ آخر کیا ہوا؟ یونس نے عرض کیا مجھے اس درخت سے بہت آرام تھا تو نے اسے بھی کسی کیڑے کی غذا بنا دیا۔ اور یہ خشک ہو گیا۔ خدا نے فرمایا یونسؑ! تم اس درخت کے خشک ہونے پر اتنے زیادہ رنجیدہ ہو رہے ہو حالانکہ تم نے خود اسے نہ لگایا تھا اور نہ ہی پانی دیا تھا اور تم کو اس کے سائے کی ضرورت نہ رہتی تو تمہاری نظر میں اس درخت کی کوئی اہمیت بھی نہ رہتی۔ لیکن تم کو ہزاروں بے بس لوگوں پر رحم نہ آیا۔ تم چاہتے تھے کہ ان پر عذاب نازل ہو۔ اب انہوں نے توبہ کر لی ہے۔ تم ان کے پاس جاؤ۔ یونسؑ اپنی قوم میں واپس آئے۔ سب لوگ حضرت یونسؑ کے پاس آئے اور ان پر ایمان لے آئے۔

۲۷۔ دُعا کیوں دیر میں قبول ہوتی ہے؟

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ ایک روز حضرت ابراہیمؑ کوہ بیت المقدس کے اطراف میں کسی چراہ گاہ کی تلاش میں پھر رہے تھے۔ تاکہ وہاں اپنی بھیڑیں چرائیں۔ اچانک ایک آواز سنائی دی۔ دیکھا تو

ایک بلند قامت انسان نماز پڑھتا ہوا نظر آیا۔ جناب ابراہیمؑ نے اس سے پوچھا۔

ابراہیمؑ۔ تم کس کے لئے نماز پڑھ رہے ہو ؟

مرد۔ پروردگار آسمان کے لئے پڑھ رہا ہوں۔

ابراہیمؑ۔ تمہارے اعزہ و اقربا میں سے کوئی موجود ہے ؟

مرد۔ نہیں۔

ابراہیمؑ۔ تم اپنے کھانے کا بندوبست کہاں سے کرتے ہو؟

مرد۔ ایک درخت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) اس درخت کے پھل کھاتا ہوں اور سردی کے لئے ذخیرہ بھی کر لیتا ہوں۔

ابراہیمؑ۔ تمہارا گھر کہاں ہے ؟

مرد۔ ایک پہاڑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے۔ وہاں اس پہاڑ کے پاس۔

ابراہیمؑ۔ تم مجھے ایک شب اپنا مہمان بنا سکتے ہو ؟

مرد۔ میرے گھر کے راستہ میں پانی ہے اور اس سے گذرنا بہت مشکل ہے

ابراہیمؑ۔ تم خود کیسے گذرتے ہو ؟

مرد۔ میں پانی کے اوپر سے گذر جاتا ہوں۔

ابراہیمؑ۔ میرا ہاتھ بھی پکڑ لو۔ شاید خداوند عالم مجھے بھی اس پر سے گذار دے۔ یہ سن کر اس نے حضرت ابراہیمؑ کا ہاتھ پکڑا اور دونوں پانی پر سے گذر گئے جب گھر پہنچے تو حضرت ابراہیمؑ نے سوال کیا :۔

ابراہیمؑ۔ سب سے بڑا دن کون سا ہے ؟

مرد۔ روز قیامت۔ کہ خداوند عالم اس دن لوگوں کو ان کے اعمال کی جزا و سزا دے گا۔

ابراہیمؑ۔ کتنا اچھا ہوگا کہ ہم دونوں مل کر دعا کریں کہ خداوند ہمیں اس دن کے شر سے محفوظ رکھے[1]۔

مرد۔ دعا کیوں کرتے ہو؟ خدا کی قسم تین سال ہوگئے ایک دعا کرتا ہوں مگر اب تک قبول نہیں ہوئی۔

ابراہیمؑ۔ میں بتاؤں تمہاری دعا کے مستجاب ہونے میں کیوں تاخیر ہوئی؟ اس لیے کہ خداوند عالم کسی بندے کو دوست رکھتا ہے تو اس کی دعا قبول کرنے میں تاخیر کرتا ہے۔ تاکہ اس کا بندہ مناجات کرتا رہے۔ اور اس سے مانگتا رہے کیوں کہ وہ اس کی مناجات کو دوست رکھتا ہے۔ لیکن اگر خدا کسی بندے سے ناراض ہو اور وہ کوئی چیز طلب کرتا ہے تو خدا اس کی دعا جلد قبول کرتا ہے۔ یا اس کے دل کو اس حاجت سے روگرداں کر کے مایوس کر دیتا ہے تاکہ وہ دوبارہ اس چیز کی درخواست نہ کرے۔ پھر پوچھا تمہاری حاجت کیا تھی؟

مرد۔ تین سال قبل بکریوں کا ایک گلہ یہاں سے گزرا۔ اس کا نگہبان ایک خوبصورت جوان تھا۔ اس کے دونوں شانوں پر اس کی زلفیں پڑی ہوئی تھیں۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ بکریاں کس کی ہیں؟ تو اس نے جواب دیا کہ ابراہیم خلیل الرحمٰن کی ہیں۔ اس وقت میں نے دعا کی کہ خدایا اگر روئے زمین پر تیرا کوئی خلیل اور دوست ہے تو اس سے میری بھی ملاقات کرا دے۔

---

[1] روضۂ کافی طبع اخوندی ص ۳۹۲۔ پر روایت ہے کہ حضرت محمد باقرؑ نے فرمایا کہ جناب ابراہیمؑ نے کہا کہ گنہگاروں کے لئے دعا کریں، وہی دعا آج تک ہمارے شیعوں کے حق میں اثر رکھتی ہے۔

ابراہیم۔ خدا نے تیری دعا قبول کی۔ میں ہی ابراہیم خلیل اللہ ہوں۔

وہ مرد اپنی جگہ سے اٹھا اور جناب ابراہیمؑ کو اپنے سینے سے لگایا۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا، جناب پیغمبر اسلام رسالت و نبوت پر مبعوث ہوئے تو آپ نے لوگوں کو مصافحہ کرنے کا حکم دیا۔

۲۸۔ دعا قبول کیوں نہیں ہوتی؟

ایک روز حضرت ابراہیمؑ ادھم بصرہ کے بازار سے گزر رہے تھے۔ لوگ ان کے گرد پیش جمع ہو گئے اور کہا حضرت ابراہیمؑ خداوند عالم نے قرآن مجید میں فرمایا ہے کہ (ادعونی استجب لکم) مجھ سے طلب کرو تو میں تم کو دوں گا۔ ہم اس سے طلب کرتے ہیں۔ لیکن ہماری دعا قبول نہیں ہوتی۔ حضرت ابراہیمؑ نے جواب دیا کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ تمہارے دل دس چیزوں کی وجہ سے مردہ ہو گئے ہیں (تمہاری دعاؤں میں صدق و صفا نہیں۔ تمہارے دل پاک و پاکیزہ نہیں ہیں) لوگوں نے پوچھا وہ دس چیزیں کیا ہیں؟ آپؑ نے کہا:۔

(۱) تم لوگوں نے خدا کو پہچانا مگر اس کا حق ادا نہیں کیا۔

(۲) قرآن مجید کی تلاوت کی لیکن اس پر عمل نہ کیا۔

(۳) پیغمبر سے محبت کا دعویٰ کیا لیکن ان کی اولاد کے ساتھ دشمنی کی

(۴) شیطان سے دشمنی کا دعویٰ کیا لیکن اعمال میں تم شیطان کے پیرو اور شریک ہو۔

(۵) تم جنت میں جانے کی خواہش رکھتے ہو۔ لیکن کوئی عمل بھی ایسا انجام نہیں۔

سے بحار الانوار جلد ۱۰۰ صفحہ ۲۴۸۔

دیتے جو تمہیں جنت میں لے جا سکے۔

(۶) تم نے کہا کہ آتش جہنم سے ہم ڈرتے ہیں۔ لیکن تم نے اپنے بدن کو اسی میں ڈال دیا۔

(۷) دوسروں کی عیب جوئی میں مشغول ہو گئے اور اپنے عیوب کی طرف نظر نہیں کی۔

(۸) تم نے کہا کہ دنیا کو دوست نہیں رکھتے۔ دنیا سے بغض و عناد کا دعوٰی کیا حرص اور لالچ کی بناء پر مال دنیا کو جمع بھی کرتے ہو۔

(۹) موت کا اقرار کرتے ہو لیکن مرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔

(۱۰) تم نے مُردوں کو دفن کر دیا لیکن ان سے عبرت و نصیحت حاصل نہ کی۔[1]

یہی دس اسباب ہیں جو تمہاری دعاؤں کے قبول نہ ہونے کا باعث ہیں۔

۲۹۔ بلند ہمتی

دمیری حیوۃ الحیوان میں لکھتا ہے۔ کہ ایک مرتبہ پیغمبر اسلام نے سفر کے دوران ایک شخص سے ملاقات کی اور اس کے مہمان ہوئے۔ اس نے آپؐ کی پوری پوری ضیافت کی۔ وہاں سے چلتے وقت آپؐ نے اس سے فرمایا۔ اگر تم ہم سے کچھ چاہتے ہو تو ہم دعا کریں۔ تاکہ تمہاری مراد پوری ہو۔ اس نے کہا خدا سے دعا کیجئے کہ مجھے ایک اونٹ عطا کرے۔ جس پر میں اپنے ضروریات زندگی رکھ کر سفر کر سکوں اور چند گوسفند جن کے دودھ سے میں استفادہ کر سکوں۔ پیغمبر اسلام نے اس کے لئے دعا کی۔ پھر اصحاب کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا۔ کاش اس شخص کی ہمت بھی عجوزہ[2] بنی اسرائیل کی طرح بلند ہوتی۔ یہ ہم سے کہتا کہ اس کے لئے دنیا و آخرت

---

[1] روضات الجنات ملفوظ ابراہیم

[2] عجوزہ کے لغوی معنی بوڑھی عورت ہے۔

کی نیکیاں خدا سے طلب کریں۔ اصحاب نے عرض کیا، بنی اسرائیل کی ضعیفہ کا کیا قصہ ہے؟ پیغمبرؐ نے فرمایا کہ جب جناب موسیٰؑ بنی اسرائیل کے ساتھ مصر سے شام کی طرف جانا چاہا تو راستہ بھول گئے۔ بہت جستجو کی مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ تو حضرت موسیٰؑ ڈرے کہ کہیں پہلے کی طرح پھر کسی پریشانی میں مبتلا نہ ہو جائیں۔ اپنے اصحابؑ کو جمع کر کے پوچھا کہ تم لوگوں نے مصر کے لوگوں سے کوئی وعدہ تو نہیں کیا ہے۔ کہ اگر ہم اس شہر سے چلے جائیں تو وعدہ خلافی ہو؟ لوگوں نے جواب دیا ہاں، ہم نے اپنے آباؤ اجداد سے سُنا کہ جب جناب یوسفؑ کا انتقال ہوا تو انہوں نے مصر والوں سے خواہش کی کہ جب تم لوگ شام جانا تو میرا جنازہ ساتھ لیتے جانا اور میرے باپ یعقوب کے پاس دفن کر دینا۔ ہمارے اجداد نے قبول کر لیا تھا۔ جناب موسیٰ نے فرمایا کہ مصر واپس چلو اور اپنا وعدہ پورا کرو۔ ورنہ اس پریشانی سے کبھی نجات نہیں پا سکتے۔ تمام لوگ مصر واپس آئے۔

جناب موسیٰؑ نے جس سے بھی قبر جناب یوسفؑ کے متعلق پوچھا اس نے اطلاع نہ ہونے کا اظہار کیا۔ کسی نے بتایا کہ ایک بوڑھی عورت ہے وہ کہتی ہے کہ میں جانتی ہوں یوسفؑ کی قبر کہاں ہے۔ جناب موسیٰؑ نے اس عورت کو بلوایا۔ جب جناب موسیٰؑ کا آدمی اس عورت کے پاس پہنچا اور اس واقعہ کی خبر دی تو اس نے کہا کہ موسیٰؑ سے کہنا اگر میرے علم کی ضرورت ہے تو میرے پاس آؤ کیونکہ تقاضائے علم یہی ہے۔ یہ پیغام جب جناب موسیٰ کے پاس پہنچا تو اس کی تصدیق کی اور اس کی بلند ہمتی پر تعجب کیا۔ پھر خود اس عورت کے پاس آئے اور جناب یوسفؑ کی قبر کے بارے میں پوچھا۔ عورت نے جواب دیا۔ موسیٰ علم ایک قیمتی چیز ہے۔ کئی سال سے میں نے اسے اپنے سینے میں چھپا رکھا ہے۔ میں اس وقت تمہیں بتاؤں گی جب تم میری تین باتیں مان لو گے۔ جناب موسیٰؑ نے فرمایا اپنی حاجتیں بیان کرو

اس عورت نے کہا اول تو یہ کہ میری جوانی پلٹ آئے۔ دوسرے یہ کہ تم مجھ سے عقد کرو۔ تیسرے آخرت میں بھی مجھے تمہاری ہمسری کا شرف ملے۔ حضرت موسٰیؑ اس عورت کی بلند ہمتی پر جو کہ اپنی ان خواہشات سے دنیا و آخرت کی سعادت چاہتی تھی، تعجب کرنے لگے اور خدا سے دعا کی۔ تو اس عورت کی تینوں دعائیں پوری ہوئیں۔۔ اس وقت اس عورت نے جناب یوسفؑ کی قبر کے بارے میں یہ بتایا کہ جب یوسفؑ کا انتقال ہوگیا تو مصریوں نے ان کی قبر کے بارے میں اختلاف کیا۔ ہر قبیلہ چاہتا تھا کہ حضرت یوسفؑ کی قبر ان کے محلہ میں بنے۔ اختلاف اتنا بڑھا کہ قریب تھا تلواریں چلنے لگیں۔ اختلاف دور کرنے کے لئے طے پایا کہ حضرت یوسفؑ کا جسم ایک تابوت بلوری میں رکھ کر اس کے سوراخ بند کر دیئے جائیں اور دریائے مصر میں دفن کر دیا جائے۔ تاکہ شہر مصر کا پانی قبر حضرت یوسفؑ کے اوپر سے گذرے اور ہر جگہ پہنچے۔ تاکہ سب لوگ ان کی قبر کے فیض سے استفادہ کریں۔ پھر جناب موسٰیؑ کو ان کی قبر دکھائی۔ جناب موسٰیؑ نے وہاں سے تابوت جناب یوسفؑ کو نکال کر بیت المقدس سے چھ فرسخ دور جو جگہ خلیل مقدس کے نام سے مشہور ہے قبر جناب یعقوبؑ کے سامنے، جناب ابراہیمؑ کے پاس دفن کر دیا۔

۴۰۔ سلمان فارسی کس چیز سے ڈرتے تھے

صدام ابن ابی فراس لکھتے ہیں کہ سلمان فارسی جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو سعد ان کی عیادت کے لئے گئے، سلمان رونے لگے۔ سعد نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟ سلمان نے جواب دیا کہ میں دنیا کی لالچ اور اس کی محبت میں نہیں رو رہا ہوں بلکہ اس لئے رو رہا ہوں کہ پیغمبر اسلام نے ہم سے عہد لیا تھا کہ ہم لوگ اس دنیا سے صرف اتنا توشہ سفر اختیار کریں۔ جس طرح کسی سوار کو ایک جگہ سے

دوسری جگہ جانے میں کس چیز کی ضرورت ہوتی ہے۔ اب میں اس لئے رو رہا ہوں کہ مجھے خوف ہے کہ کہیں اس اندازے سے زیادہ میں نے تصرف نہ کیا ہو۔ سعد نے کہا اس وقت میں نے سلمان کے کمرہ میں چاروں طرف دیکھا تو صرف ایک لوٹا ایک پیالہ اور ایک طشت نظر آیا، اور کچھ نہ تھا۔

جب جناب سلمان کو مدائن کا گورنر بنا کر بھیجا گیا تو اپنے گدھے پر سوار ہو کر تنہا چل دیئے۔ مدائن کے لوگوں کو یہ اطلاع مل چکی تھی کہ مدائن کا حاکم جس کا نام سلمان فارسی ہے یہاں آرہا ہے۔ ہر جگہ کے لوگ استقبال کے لئے سر راہ آکر کھڑے ہو گئے۔ کچھ دیر گذر گئی مگر کوئی نہ آیا۔ یہاں تک کہ دیکھا ایک شخص گدھے پر سوار ہے اور شہر کی طرف آرہا ہے۔ اس سے پوچھا تم سے امیر مدائن کی ملاقات کہاں ہوئی تھی؟ تو سلمان فارسی نے پوچھا امیر مدائن کون ہے؟ تو جواب ملا سلمان فارسی۔ جو کہ پیغمبر اسلام کے اصحاب میں سے ہیں۔ سلمان فارسی نے جواب دیا کہ امیر کو تو نہیں جانتا البتہ سلمان فارسی میں ہی ہوں۔ یہ سن کر سب نیچے اتر آئے اور اپنے اپنے گھوڑے جناب سلمان کی خدمت پیش کرنے لگے۔ جناب سلمان نے کہا، میرے لئے یہ گدھا ہی بہتر ہے۔ پھر شہر پہنچے۔ تو لوگوں نے دارالامارہ میں لے جانا چاہا، جناب سلمان نے منع کر دیا اور کہا کہ میں امیر نہیں ہوں کہ دارالامارہ میں جا کر رہوں۔ ایک دوکان کرایہ پر لے کر اس کو اپنا مسکن بنایا اور لوگوں کے درمیان حکومت کرنے لگے۔ ان کے ضروریات زندگی میں ایک کھال تھی جس پر وہ بیٹھتے تھے ایک لوٹا طہارت کے لئے رکھ لیا تھا۔ اور ایک عصا بھی ساتھ لائے تھے۔ اس پر راستے میں تکیہ کرتے تھے۔

اتفاق سے ایک روز شہر میں زبردست سیلاب آگیا۔ تمام لوگ اپنے مال و دولت، بیوی بچوں اور اپنی جان کے خوف سے آشفتہ و پریشان تھے اور

اور فریاد کر رہے تھے۔ جب سلمان بھی اپنی جگہ سے اٹھے۔ کھال کو اپنے دوش پر پڑا ایک ہاتھ میں لوٹا اور دوسرے ہاتھ میں عصا لے کر بغیر خوف وہراس کے راہ نجات اختیار کی۔ اس وقت کہتے جاتے تھے کہ ایسے پرہیزگار اور کم مایہ لوگ جو دنیا سے محبت نہیں رکھتے روز قیامت نجات پائیں گے۔

۳۱۔ امام حسن مجتبیٰؑ کیوں رو رہے تھے؟

حضرت علی ابن موسیٰ رضا علیہ السلام نے اپنے آباؤ اجداد سے نقل کیا ہے کہ امام حسن مجتبیٰؑ کی وفات کے وقت جو لوگ موجود تھے انہوں نے آپ کو روتے دیکھا تو عرض کیا۔ یا ابن رسول اللہ! آپ رو رہے ہیں۔ حالانکہ آپ کو پیغمبرؐ سے نسبت حاصل ہے اور آپ کے مقام و مرتبہ کی پیغمبرؐ نے تعریف کی ہے۔ اور آپؑ نے بیس حج پیدل کئے۔ اور اپنا تمام مال تین مرتبہ راہ خدا میں تقسیم کر دیا۔ اور اس طرح تقسیم کیا کہ نعلین میں سے ایک اپنے لئے رکھی اور دوسری راہ خدا میں تقسیم کر دی۔ تو امام نے فرمایا (ابکی لھول المطلع وفراق الاحباء) کہ میں مطلع کے خوف سے اور دوستوں کی جدائی پر رو رہا ہوں۔ علامہ مجلسیؒ نے بحار الانوار میں لکھا ہے کہ مطلع سے حضرتؑ کی مراد روز قیامت عدل الٰہی کے سامنے مختلف قسم کی گرفتاریوں میں مبتلا ہو کر جو انسان پر مرنے کے بعد وارد ہوتی ہیں کھڑا ہونا ہے۔

۳۲۔ حقیقی خوف گناہوں سے روکتا ہے

جناب ابو حمزہ ثمالی نے نقل کیا ہے کہ امام زین العابدینؑ نے فرمایا کہ ایک شخص اپنی بیوی کے ساتھ کشتی پر سوار ہوا۔ طوفان کی وجہ سے کشتی ٹوٹ

گئی۔ تمام مسافر بھی دریا میں ڈوب گئے اور صرف وہی ایک عورت زندہ بچی۔ وہ ایک تختے پر بیٹھکر ایک جزیرہ میں پہنچ گئی۔ اس جزیرہ ایک رہزن تھا جو کسی گناہ کے کرنے سے نہ ڈرتا تھا۔ اتفاقاً رہزن کی ملاقات اس عورت سے ہوگئی راہزن کو احتمال بھی نہیں تھا کہ جزیرہ میں کسی تنہا عورت کو دیکھ سکتا ہے۔ لیکن جب اس عورت کو دیکھا تو تعجب سے پوچھا کہ تو انسانوں میں سے ہے یا جنوں میں سے ہے؟ عورت نے جواب دیا میں انسانوں میں سے ہوں۔ راہزن نے وقت کو غنیمت سمجھا اور اس سے کسی بات کے بغیر فعل حرام کرنے پر آمادہ ہوگیا۔ لیکن اسی دوران راہزن کی نگاہ عورت پر پڑی تو دیکھا کہ اس کا تمام جسم درخت کی شاخوں کی مانند لرز رہا ہے۔ یہ دیکھکر راہزن نے عورت سے سوال کیا کہ کیوں کانپ رہی ہو؟ عورت نے سر بلند کرکے آسمان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ خدا سے ڈرتی ہوں۔ راہزن نے پھر پوچھا کہ اس سے پہلے کبھی تم نے کوئی فعل حرام انجام دیا ہے؟ عورت نے کہا پروردگار عالم کی عزت وجلال کی قسم اب تک کوئی ایسا کام انجام نہیں دیا ہے۔ جب یہ سنا تو عورت کی حالت دیکھکر راہزن بہت متاثر ہوا اور کہا کہ تو نے کبھی ایسا کوئی عمل انجام نہیں دیا اور اب تو میرے مجبور کرنے کے باوجود راضی نہیں ہے پھر بھی اس قدر ڈر رہی ہے خدا کی قسم مجھے تجھ سے زیادہ ڈرنا چاہیئے۔ یہ کہکر اپنا ارادہ بدل دیا۔ اور اپنے گھر کی طرف چلا گیا۔ اور اپنے گذشتہ گناہ سے توبہ کی

(راہزن جب جزیرے سے گھر کی طرف جا رہا تھا) راستے میں ایک راہب سے ملاقات ہوئی۔ کچھ دور تک دونوں ساتھ چلتے رہے۔ جب دھوپ میں تیزی پیدا ہوئی تو راہب نے کہا کہ جوان! بہتر ہے کہ تو دعا کر کہ خدا ہمارے سر پر سایہ کرنے کے لئے کوئی ابر سیاہ بھیج دے۔ تاکہ کچھ آرام مل سکے۔

جوان نے شرمندگی سے کہا میں نے قربۃً الی اللہ کوئی نیک کام نہیں کیا ہے کہ دعا کر سکوں۔ راہب نے کہا تو میں دعا کرتا ہوں تم آمین کہنا۔ جوان نے قبول کر لیا۔ راہب نے دست دعا بلند کئے کہ خداوند ہمارے سکون کے لئے کوئی بادل بھیج دے۔ راہزن نے آمین کہی کچھ دیر بھی نہ گذری تھی کہ آسمان کے کچھ حصے پر بادل چھا گئے اور یہ دونوں سایۂ ابر میں راستہ چلتے رہے۔ تقریباً ایک گھنٹے کے بعد ایک دوراہے پر پہنچے۔ ایک راستے کی طرف راہب دوسرے کی طرف جوان چلا اور دونوں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اچانک راہب نے دیکھا کہ ابر سیاہ جوان کے سر پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ تو اس نے کہا کہ اب معلوم ہوا کہ تم مجھ سے بہتر ہو۔ تمہاری دعا قبول ہوئی ہے میری نہیں۔ تم مجھے اپنی داستان سناؤ۔ جوان نے عورت کا تمام قصہ سنا ڈالا۔ فقال غفر لک ..... تتقبل)

جوان کی باتیں سن کر راہب نے کہا کہ صرف اس وقت تمہارے دل میں خوف پیدا ہونے کی وجہ سے خدا نے تمہارے گذشتہ گناہ بخش دیئے۔ اس کا خیال رکھنا کہ آئندہ کبھی معصیت نہ ہونے پائے۔

۳۳۔ کیا خوف اچھا ہوتا ہے؟

اسحٰق بن عمار کہتا ہے کہ میری دولت بہت زیادہ ہو گئی تو میں نے اپنے غلام کو دروازے پر بٹھا دیا اور کہا کہ اگر کوئی حاجت مند شیعہ یہاں آئے تو اسے واپس کر دینا۔ اسی سال میں مکہ گیا وہاں حضرت امام جعفر صادقؑ کی خدمت میں پہنچا اور انہیں سلام کیا۔ آپ نے سرد ست ناراضگی کے ساتھ جواب سلام دیا۔ میں نے عرض کیا کہ میں آپؑ پر فدا ہوں۔ مجھ سے کیوں ناراض ہیں؟ کس وجہ سے آپؑ کے لطف سے محروم ہوں۔ تو امامؑ نے فرمایا کہ میری ناراضگی کا سبب وہی

چیز ہے جس نے تمہارے عقیدے کو مومنین کے بارے میں متغیر کر دیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ خدا کی قسم میں ان کے حقوق اور ان کے اعتقاد کی حقیقت کو سمجھتا ہوں، لیکن میں ڈرتا ہوں کہ کہیں انفاق میں مشہور ہو جاؤں، اور لوگ مجھ پر ہجوم نہ کریں۔ امام نے جواب میں فرمایا کہ کیا تم نہیں جانتے ہو کہ جب دو مومن ملاقات کے وقت مصافحہ کرتے ہیں تو ان کی دو انگلیوں کے درمیان خدا کی طرف سے سو رحمتیں نازل ہوتی ہیں۔ ان میں سے ننانوے ۹۹ رحمتیں اس کو ملتی ہیں جو اپنے برادر دینی کو زیادہ دوست رکھتا ہے۔ اور اگر فرط محبت سے وہ ایک دوسرے کو بوسہ دیں تو آسمان سے آواز آتی ہے کہ تمہارے گناہ بخش دیئے گئے۔ اور جب آپس میں راز کی باتیں کرتے ہیں تو ملائکہ موکل اور کاتبان کرام آپس میں کہتے ہیں کہ ہم کو ان سے دور ہو جانا چاہیے۔ کیونکہ ممکن ہے کہ یہ لوگ کوئی ایسی راز کی بات کریں جو خدا ہم پر بھی آشکار نہ کرنا چاہتا ہو۔

حضرت کی گفتگو جب یہاں تک پہنچی تو میں نے عرض کیا کہ دو فرشتے جو مومنوں کی باتیں سنتے ہیں پھر اگر وہ دور ہو جائیں تو ممکن ہے کہ باتیں نہ سن پائیں اور پھر لکھ بھی نہ سکیں گے حالانکہ خدا فرماتا ہے (ما یلفظ من قول ...... عتید) یعنی کوئی لفظ بھی زبان پر جاری نہیں ہوتا مگر یہ کہ دو ملک رقیب و عتید اس کے لکھنے کے لئے آمادہ رہتے ہیں۔ میری بات سُنکر حضرتؑ نے تھوڑی دیر کے لئے سر جھکا لیا، پھر سر اٹھایا تو آپؑ کی آنکھوں سے اشک جاری تھے۔ آپ نے فرمایا کہ اسحٰق! اگر ملائکہ نہ لکھیں تو خداوند عالم تو تمام رموز و اسرار کو جانتا ہے وہ سب کچھ سنتا اور جانتا ہے۔ اسحٰق خدا سے اس طرح ڈرو گویا تو اسے دیکھ رہے ہو۔ اور اگر اس میں شک کرو کہ وہ بھی تمہیں دیکھ رہا ہے تم کافر ہو جاؤ گے۔ اور اگر تمہیں یقین ہو کہ خدا تمہیں دیکھ رہا ہے مگر پھر بھی گناہ کرو تو تم

کے خدا کو تمام ناظرین سے حقیر و پست سمجھا کیوں کہ خدا دیکھ رہا ہے، تم اس کی معصیت کر رہے ہو اور تمہیں شرم نہیں آتی تعالی اللہ عن ذالک علواً کبیرا[1]

۳۴ حضرت علی کی راتیں کیسی گزرتی تھیں

حبہ عرنی کہتے ہیں کہ ایک رات میں اور نوف اپنے گھر کے سامنے سو رہے تھے۔ رات کا کچھ حصہ گذر نے کے بعد ہم نے امیرالمؤمنین حضرت علی علیہ السلام کو دیکھا کہ حیران و پریشان لوگوں کی طرح دیوار پہ ہاتھ رکھے ہوئے یہ آیت پڑھ رہے تھے (ان فی خلق السموات والارض) پڑھتے پڑھتے آپکی یہ حالت ہو گئی کہ جیسے بے ہوش ہو جائیں۔ پھر مجھ سے فرمایا، حبہ! تم سو رہے ہو یا جاگ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا آقا میں جاگ رہا ہوں۔ آپ اس طرح (گریہ و زاری) کر رہے تھے۔ اب ہم کیا کریں؟ اس وقت میں نے دیکھا کہ آپ کی آنکھوں سے اشک جاری ہیں اور مجھ سے فرمایا (ان اللہ موقفا .... شئی) (ص۶۲) اے حبہ! خدا ایک روز حساب لے گا۔ اور ہم سب اس روز پروردگار کی بارگاہ میں کھڑا ہونا پڑے گا۔ ہمارا چھوٹے سے چھوٹا عمل اس سے پوشیدہ نہیں ہے۔

حبہ! خدا ہماری اور تمہاری اگر گردن سے بھی زیادہ قریب ہے۔ کوئی چیز بھی خدا سے نہیں چھپائی جا سکتی (وہ ہمیشہ ہم کو دیکھتا رہتا ہے) پھر نوف کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا تم سو رہے ہو یا بیدار ہو۔ تو نوف نے کہا جاگ رہا ہوں اے امیرالمؤمنین! آج میں آپ کی حالت دیکھ کر کچھ زیادہ ہی گریہ زاری پر مجبور ہو گیا ہوں (فقال یا نوف .... فی اللہ) (ص۶۸)

---

[1] مجالس المؤمنین۔ قاضی نور اللہ ص۳۸۱ ج ۱

امیرالمومنین نے فرمایا۔ اتنا سمجھ لو کہ جو قطرۂ اشک خدا کے خوف کی بنا پر آنکھ سے نکلتا ہے وہ آتشِ جہنم کے بہت سے دریا خشک کر دیتا ہے۔ جو خوفِ خدا میں آنسو بہاتا ہے، وہ کسی سے دوستی یا دشمنی اللہ کے لئے کرتا ہے تو اس سے زیادہ خدا کے نزدیک کوئی عزیز نہیں۔

نوٹ! اگر کوئی کسی سے اللہ کے لئے محبت کرتا ہے تو اس کی محبت پر کسی کو مقدم نہ کرے گا۔ اگر کوئی خدا کی ناراضگی کا باعث ہو تو اس کا انجام دیکھنے والا کبھی خدا کی نہ دیکھے گا۔ اب جب کہ تم یہ خصوصیت رکھتے ہو کہ تم نے حقائقِ ایمانی کو مکمل کر دیا دلوں کو کچھ نصیحت کر کے آنحضرت کی طرف متوجہ کیا۔ امیرالمومنین ع نے آخر کلام میں فرمایا کہ تمہیں ہمیشہ خدا سے ڈرتے رہنا چاہیئے۔ پھر آپ وہاں سے چلے گئے۔ اور جاتے وقت کہہ دیا (لیت شعری فی غفلاتی... ماحالی ط۶۹) اے کاش! مجھے یہ معلوم ہوتا کہ میری اس غفلت میں تم میری طرف متوجہ ہو یا مجھ سے غافل ہو۔ خدایا کاش مجھے معلوم ہوتا کہ طولانی خوابوں اور تیری عطا کردہ نعمتوں پر میری معمولی شکرگذاری کا تیرے نزدیک کیا مرتبہ ہے؟ حبہ نے کہا خدا کی قسم امیرالمومنینؑ تمام رات اسی راز و نیاز میں سوز و گداز کی گفتگو کرتے رہے یہاں تک کہ صبح ہو گئی [۱]

۳۵۔ ہمیں اس دن کیلئے آمادہ رہنا چاہیئے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جب حضرت علیؑ کی مادرِ گرامی جناب فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہوا تو حضرت علیؑ (جب کہ آثار

---

[۱] الکنی ج ۲ ص ۹۲۔

غم و اندوہ آپ کے چہرہ پر نمایاں تھے) خدمت رسولؐ میں آئے۔ رسول اسلامؐ نے پوچھا کیا ہوا؟ علیؑ نے جواب دیا میری مادر گرامی کا انتقال ہو گیا ہے۔ یہ سُن کر پیغمبر اسلامؐ نے بھی کہا میری ماں کا انتقال ہوا ہے اور رونا شروع کر دیا۔ اور ہائے مادر گرامی کہہ کر آپؐ روتے جاتے تھے۔ پھر اپنی ردا اور پیراہن حضرت علیؑ کو دے کر فرمایا اس سے انہیں کفن دو اور تکفین کے بعد مجھے بھی اطلاع دینا۔ جب جنازہ قبرستان پہنچا تو پیغمبر اسلامؐ نے نماز پڑھائی۔ لیکن اس روز ایسی نماز پڑھائی کہ کسی کی نماز جنازہ نہ اس سے پہلے اس طرح پڑھائی تھی اور نہ بعد میں پڑھائی پھر آپؐ قبر میں اتر کر لیٹے، اور باہر نکل کر فرمایا، اب دفن کرو۔ دفن کے بعد جناب فاطمہ سے خطاب فرمایا تو انہوں نے جواب دیا نے شک یا رسول اللہؐ تو آپؐ نے فرمایا کہ جو تمہارے پروردگار نے وعدہ کیا تھا وہ پورا ہوا یا نہیں: فاطمہ بنت اسد نے جواب دیا ہاں یا رسول اللہ! خدا آپ کو بہترین جزا دے۔ پیغمبرؐ نے قبر فاطمہ پر طولانی دعائیں پڑھیں۔ جب آپ وہاں سے آئے تو لوگوں نے پوچھا جو عمل آپؐ نے فاطمہ کے جنازہ میں انجام دیا (یعنی قبر میں اترنا، اپنے لباس سے کفن دینا طولانی نماز پڑھنا اور راز و نیاز کی گفتگو کرنا) وہ کسی کے جنازے کے ساتھ انجام نہیں دیا؟ پیغمبرؐ نے فرمایا۔ ہاں میں نے اپنے لباس سے انہیں اس لئے کفن دیا کہ میں ایک روز لوگوں کے قیامت کے محشور ہونے کی کیفیت بیان کر رہا تھا تو فاطمہ نے کہا ہائے افسوس۔ اس لئے میں نے اپنے لباس سے انہیں کفن دیا۔ اور نماز میں خدا سے درخواست کی کہ یہ لباس پرانا نہ ہو تاکہ اسی طرح فاطمہ سلام اللہ علیہا لباس میں محشور ہوں اور جنت میں داخل ہوں۔ خدا نے قبول فرمایا ہے۔ اور میں فاطمہ کی قبر میں اس لئے لیٹا کہ ایک روز میں نے فاطمہ سے کہا کہ جب میت کو قبر میں اتار دیں گے تو دو ملک (منکر و نکیر) ان سے سوال

کریں گے۔ یہ سنکر فاطمہؑ نے کہا تھا آہ! میں اس روز سے خدا کی پناہ مانگتی ہوں
میں نے ان کی قبر میں لیٹ کر خدا سے درخواست کی کہ جنت کا ایک دروازہ ان
کی قبر کی طرف کھول دے اور ان کی قبر کو جنت کے باغوں میں سے ایک باغ بنا
دے۔ ؎

ابو بصیر کہتے ہیں۔ میں نے امام جعفر صادقؑ سے سُنا آپؑ فرماتے تھے کہ
جب دختر پیغمبرؐ رقیہ کا انتقال ہوا تو رسول اکرمؐ ان کی قبر کے پاس کھڑے
ہوئے اور آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے رونا شروع کر دیا۔ لوگوں نے پوچھا
یا رسول اللہ! آپؐ نے آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے کیوں گریہ فرمایا؟

۳۶۔ رحمت خدا دیکھو

ایک مرتبہ جب مشرکین قریش نے پیغمبرؐ سے مذہب اسلام کے بارے
میں احتجاج کیا۔ تو اس ضمن میں ابوجہل نے کہا یہاں ایک بات اور ہے کہ آپ یہ
کہتے ہیں کہ جب قوم موسیٰؑ نے خداوند عالم کو دیکھنے کی خواہش کی تو ان پر ایک بجلی
چمکی اور وہ لوگ بیہوش ہو گئے۔ اگر آپ پیغمبرؐ ہیں تو ہمیں بھی جل جانا چاہیئے۔ کیوں کہ
ہماری خواہش تو قوم موسیٰ کی خواہش سے بھی زیادہ عظیم ہے۔ اس لئے کہ وہ موسیٰ
پر ایمان رکھتے تھے اور خدا کے دیکھنے کی خواہش کر رہے تھے لیکن ہم یہ کہتے ہیں
کہ جب تک آپ خدا کو اس کے ملائکہ کے ساتھ ہمارے سامنے نہ لا دیں
گے ہم ایمان نہ لائیں گے۔ پیغمبر اسلامؐ نے اس کے جواب میں فرمایا۔ ابوجہل! کیا تو
ابراہیم خلیلؑ کی داستان نہیں جانتا جب خداوند عالم نے انہیں آسمانوں کی

؎ بحار الانوار ج ۶ ص ۲۳۲

سیر کرائی تھی، قرآن مجید کی اس آیت میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے (وکذلک نری ابراھیم .... الموقنین) (ص۲۷) خدا نے ان کی قوت بصارت میں اضافہ کر دیا۔ جب وہ آسمان ہفتم کی بلندی پر پہنچے تو روئے زمین کے ہر ظاہر و باطن کو دیکھ رہے تھے۔ اسی دوران میں ایک مرد اور ایک عورت کو ایک عمل ناشائستہ انجام دیتے دیکھا۔ ان کے لئے بد دعا کی، وہ اسی وقت مر گئے۔ دوسری مرتبہ پھر یہی منظر دیکھا، ان کے لئے بھی بد دعا کی وہ بھی ہلاک ہو گئے۔ تیسری مرتبہ پھر دونوں کو اسی حالت میں دیکھا تو ان کے لئے بھی بد دعا کی وہ بھی مر گئے۔ چوتھی مرتبہ پھر یہی عمل انجام دیتے ہوئے دو شخص نظر آئے۔ جناب ابراہیم نے بد دعا کرنا چاہی تو وحی ہوئی۔ ابراہیم میرے بندوں کے لئے بد دعا نہ کرو۔ (فانی انا الغفور الرحیم الجبار الحلیم) میں بخشنے والا مہربان، جبار اور حلیم ہوں۔ اگر میں اپنے بندوں کو گناہ کرتا دیکھتا ہوں تو کبھی ان پر تمہاری طرح غصہ نہیں کرتا۔ بس اب میرے بندوں کے لئے بد دعا نہ کرو۔ تم کو تو میں نے اپنے بندوں کو ڈرانے کے مبعوث کیا ہے۔ نہ تم میرے ملک میں شریک ہو اور نہ ہی مجھ پر حکومت کرتے ہو۔

میرے نزدیک بندوں کی تین قسمیں ہیں:۔

(۱) جو لوگ گناہ کرتے ہیں ان کو سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا بلکہ اگر وہ توبہ کر لیں تو میں ان کے گناہ معاف کر دیتا ہوں اور پردہ پوشی کرتا ہوں۔

(۲) بعض گناہگاروں کو اس لئے مہلت دیتا ہوں کہ میں جانتا ہوں کہ ان کے صلب سے فرزند مومن پیدا ہوگا تو کافر ماں باپ کے ساتھ محبت نہیں کرے گا۔ یہاں تک کہ وہ بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ پھر جب مقصد حاصل ہو جاتا ہے تو انہیں سزا مل جاتی ہے اور وہ بلاؤں میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ دو چیزیں (توبہ اور فرزند صالح) نہ ہوں تو جو سزا میں نے ان کے لئے

معین کی ہے وہ تمہاری تجویز کردہ سزا سے کہ وہ ہلاک ہو جائے زیادہ سخت ہے کیوں کہ میرا عذاب بھی میری عظمت وجلالت کے مناسب ہے۔ پس اے ابراہیم! مجھے میرے بندوں کے لئے چھوڑ دو میں ان تم سے زیادہ مہربان ہوں۔ میرے بندوں کے اور میرے درمیان فاصلہ نہ بنو۔ میں جبار و حلیم ہوں۔ دانا اور حکیم ہوں اپنی قضا و قدر کے ساتھ ان کے بارے میں فیصلہ کرتا ہوں۔

پیغمبر اکرمؐ نے ابوجہل سے فرمایا۔ خدا نے تجھے بھی مہلت دی ہے۔ تاکہ تیرے صلب سے فرزند صالح عکرمہ پیدا ہو۔ وہ مسلمانوں کے بعض امور کا عہدہ دار ہوگا۔ اگر یہ مصلحت نہ ہوتی تو تجھ پہ عذاب نازل ہو جاتا اور اسی طرح تمام قریش بھی ہیں۔ وہ انہیں اسی لئے مہلت دیتا ہے کہ جانتا ہے کہ بعد میں ایمان لائیں گے۔ موجودہ کفر کی بناء پر سعادت اخروی سے انہیں محروم نہیں کرتے۔ یا اس وجہ سے ان پہ عذاب نازل نہیں کرتا کہ ان کے صلب سے فرزند صالح پیدا ہوگا اسی لئے باپ کے عذاب میں تاخیر کرتا ہے۔ تاکہ بیٹا اپنی سعادت حاصل کر سکے۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا تو تم سب پہ عذاب نازل ہو جاتا[۱]

۳۷۔ رحمت خدا گناہگار مومن کے شامل حال ہے

سلیمان بن خالد کہتا ہے کہ خدمت حضرت صادقؑ میں حاضر ہوا اور اس آیت کی تلاوت کی (الا من تاب و آمن ...... حسنات) (ص۲۰) آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص توبہ کرے، ایمان لائے اور عمل صالح انجام دے خدا اس کے گناہوں کو اعمال حسنہ سے بدل دیتا ہے۔ امامؑ نے فرمایا کہ یہ آیت تمہارے

---

[۱] احتجاج طبرسی ص۱۸

بارے میں ہے۔ روز قیامت گناہگار بندہ مومن کو جب خدا کے حضور پیش کیا جائے گا تو خدا خود اس کے اعمال کا حساب کرے گا۔ اور اس کے ایک ایک گناہ کی طرف اسے متوجہ کرے گا۔ کہ فلاں روز اس روز تم نے یہ کام کیا تھا۔ بندہ کہے گا ہاں پروردگارا۔ یہ حقیقت ہے۔ وہ اپنے تمام گناہوں کو دیکھے گا۔ اور ان کا اقرار کرے گا۔ اس وقت کہے گا میرے بندے! میں نے دنیا میں تیرے ان گناہوں کو پوشیدہ رکھا اور اب بخشتا ہوں۔ پھر ملائکہ کو حکم ہوگا کہ گناہ کے بدلے اسے ثواب دو۔ جب اس کی برائیاں اچھائی سے بدل دی جائیں گی تو اس کا نامۂ اعمال لوگوں کے سامنے لایا جائے گا۔ اسے دیکھ کر اہل محشر تعجب کریں گے اور کہیں گے کیا اس بندہ نے کوئی گناہ نہیں کیا؟ اور یہی اس آیہ شریفہ (اولئک یبدل اللہ سیاتھم حسنات......) کا مطلب ہے[1]

۳۸۔ بشر حافی کی توبہ

صاحب منہاج الکرام لکھتے ہیں کہ بشر حافی نے امام موسیٰ کاظم علیہ السلام بن جعفر صادق کے سامنے توبہ کی۔ ایک روز امام موسیٰ کاظم بغداد میں بشر کے گھر کے پاس سے گذر رہے تھے تو گانے بجانے کی آوازیں سنائی دیں۔ اور اسی وقت بشر کی کنیز گھر کا کوڑا پھینکنے کے لئے باہر نکلی۔ امام نے فرمایا۔ کنیز! اس گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام؟ کنیز نے جواب دیا آزاد ہے۔ امام موسیٰ بن جعفر نے فرمایا۔ تو سچ کہتی ہے۔ اگر وہ کسی کا بندہ یا غلام ہوتا تو اپنے آقا و مولا سے

---

[1] بحار الانوار ج ۷ ص ۲۸۹

ڈرتا۔ کنیز یہ سُنکر گھر میں چلی گئی۔ بشر شراب پینے کے لئے آمادہ بیٹھا ہُوا تھا۔ (چونکہ کنیز کو واپس آنے میں تاخیر ہوئی لہٰذا) بشر نے تاخیر کا سبب پوچھا تو کنیز نے کہا ہمارے گھر کے پاس سے ایک شخص گذر رہا تھا اس نے مجھ سے پوچھا کہ اس گھر کا مالک آزاد ہے یا غلام۔ تو میں نے کہا آزاد ہے۔ تو انہوں نے کہا ہاں۔ اگر غلام ہوتا تو اپنے آقا سے ڈرتا۔ اس بات کا بشر پہ اتنا اثر ہُوا کہ ہوش اُڑ گئے۔ ننگے پیر گھر سے نکلا۔ امام کی خدمت میں پہنچا پھر آپ کے سامنے توبہ کی۔ اور گذشتہ غلطیوں کی معافی چاہی۔ اور روتا ہُوا واپس آیا۔

اس کے بعد تمام برائیاں ترک کر دیں۔ اور زاھد لوگوں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ کہا جاتا ہے کہ چونکہ بشر برہنہ پا دوڑ کر امامؑ کی خدمت میں پہنچے اور توبہ کی۔ اس لئے لوگوں نے انہیں حافی (برہنہ پا) کا لقب دیا۔

۳۹۔ مشہور راھزن

فضیل بن عیاض اپنی ابتدائی زندگی میں سرخس اور ابیورد کے اطراف و جوانب میں مشہور راہزنوں میں شمار ہوتا تھا۔ ایک مدت تک وہ یہی کام کرتا رہا۔ اور راہزنی میں بڑا مشہور ہو گیا۔ آہستہ آہستہ اس کے دل میں ایک لڑکی کی محبت پیدا ہو گئی۔ ایک رات اس نے لڑکی سے ملنے کا ارادہ کیا۔ درمیان میں ایک دیوار حائل تھی وہ جب دیوار پر چڑھ کر لڑکی کے پاس جانا چاہتا تھا تو ایک شخص کو قرآن مجید کی یہ آیت پڑھتے ہوئے سُنا الم یأن للذین۔۔۔ ۔۔۔۔ اللہ (حدید) کیا وہ وقت نہیں آیا کہ مومنین خشوع و خضوع اختیار کریں اور خوفِ خدا ان کے دلوں میں پیدا ہو جائے فضیل ابھی دیوار کے آدھے حصے تک پہنچا تھا، وہیں سے واپس آ گیا۔ اس آیت نے اس کے دل

پر ایسا اثر کیا کہ اس نے اپنی روش زندگی ہی بدل دی. بڑے ہی خلوص سے کہا (یا رب! انیٰ) پروردگارا ہاں! وقت خشوع اور خضوع آگیا ہے۔

فضیل نے صدق دل سے توبہ کی اور وہ رات ایک خرابہ میں بسر کی۔ اس خرابہ میں کچھ مسافرین موجود تھے اور آپس میں باتیں کر رہے تھے. چوں کہ مسافرین کے چلنے کا وقت ہو رہا تھا لہٰذا وہ کہہ رہے تھے کہ فضیل سے کیسے بچیں. وہ یقیناً کہیں راستہ میں بیٹھا ہمارا انتظار کر رہا ہوگا. قافلہ والوں کی یہ گفتگو سُنکر فضیل اور بھی زیادہ متاثر ہُوا، اس کے دل میں خیال پیدا ہُوا کہ میں کتنا بدبخت ہوں. بہت سے آسودہ خاطر انسان میری وجہ سے تشویش میں پڑ جاتے ہیں. یہ سوچ کر اپنی جگہ سے اٹھا۔ اور قافلہ والوں سے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا. تم لوگ مطمئن رہو. اب کسی قافلہ کو مجھ سے اذیت نہ پہنچے گی[1]

۴۰۔ حقیقی توبہ

جب جنگ تبوک کا وقت قریب آیا تو پیغمبر اسلامؐ نے مسلمانوں کو جنگ کی ترغیب دی. تمام سپاہیان اسلام جنگ کے لیے چلے گئے. مگر کچھ منافق اور تین ایسے مومن جن کے دلوں میں پہلے نفاق نہ تھا جنگ کے لئے نہ گئے۔ اور لشکر کی مخالفت کی. مخالفت کرنے والے مومنین میں سے ایک کعب ابن مالک شاعر تھا. کعب نے کہا اس روز (جنگ تبوک کے موقعہ پر) میری قدرت وطاقت پہلے سے زیادہ تھی. اور اس موقعہ کے علاوہ جب جنگ تبوک واقع ہوئی میرے پاس کبھی دو سواریاں نہ رہیں. ہر روز میں سوچتا تھا کہ آج جنگ کے لئے جاؤں

---

[1] روضات الجنات، لفظ فضیل

گا۔ مگر پورا دن گذر جاتا تھا۔ اور میں نہ جا پاتا۔ اسی طرح دوسرے دن بھی رہتا۔ آخر کار میں نے سستی کی۔ اور جنگ کے لئے جانے اور مسلمانوں کے ساتھ دینے سے گریز کیا۔ دن میں بازار چلا جاتا تھا لیکن میرا کام کبھی نہ بنتا اور نہ مقصد حاصل ہوتا۔ میں نے ھلال ابن امیہ اور مرارہ بن ربیع سے ملاقات کی۔ میری طرح وہ بھی جنگ کے لئے نہیں گئے تھے۔ ان کا بھی یہی بیان تھا۔ کہ کار و بار درست نہیں ہے۔

جب تک مسلمان جنگ تبوک میں مصروف رہے ہم اسی پریشانی میں مبتلا رہے۔ جب ہم نے یہ سُنا کہ سپاہیان اسلام پیغمبر کے ساتھ واپس آرہے ہیں تو ہم اپنی حرکت پر نادم ہوئے اور ان کے استقبال کے لئے گئے۔ جب رسول اللہ کی خدمت میں پہنچے تو سلام کر کے انہیں فتح کی تہنیت دی۔ آنحضرت نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور ہماری طرف سے رُخ موڑ لیا۔ ہم نے اپنے دوستوں اور ساتھیوں کو سلام کیا تو انہوں نے بھی کوئی جواب نہ دیا۔ جب یہ خبر ہمارے گھر والوں تک پہنچی تو انہوں نے بھی ہم سے گفتگو بند کر دی۔ دیکھتے ہی دیکھتے یہ حالت ہو گئی کہ جب ہم مسجد میں جا کر کسی سے بات کرتے تو کوئی جواب نہیں دیتا تھا۔

ہماری عورتوں نے پیغمبر اسلام سے جا کر کہا کہ آپ ہمارے شوہروں سے ناراض ہیں۔ اگر آپ حکم دیں تو ہم بھی ان سے جدا ہو جائیں۔ پیغمبر اکرم نے فرمایا ان سے جدا نہ ہونا لیکن انہیں اپنے نفسوں پر اختیار بھی نہ دینا۔ یہ حالت دیکھ کر کعب اور ان کے دونوں ساتھیوں نے کہا کہ اب مدینہ میں رہنے سے کیا فائدہ۔ پیغمبر اسلام سے لے کر ہمارے دوست ساتھی اور گھر والوں تک نے ہم سے تعلقات منقطع کر دیئے ہیں۔ ہمیں اب مدینے سے نکل کر پہاڑوں میں

بیٹھکر توبہ اور استغفار کرنا چاہیئے۔ تب خدا ہماری توبہ قبول کرے گا۔ ورنہ اسی طرح اس دنیا سے چلے جائیں گے۔ یہ سوچ کر تینوں پہاڑوں میں چلے گئے، دن میں روزہ رکھتے اور رات کو مناجات کیا کرتے تھے۔ ان کے گھر والے انہیں کھانا پہنچا دیتے مگران سے بات چیت نہ کرتے تھے۔ ایک مدت تک وہ لوگ گریہ و زاری کرتے رہے۔ کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اسی طرح پچاس دن گذار دیئے ایک روز کعب نے اپنے دوستوں سے کہا کہ جب ہم سے خدا و رسولؐ ہمارے دوست اور گھر والے سب ہی ناراض ہیں (اور کوئی بات بھی نہیں کرتے) تو ہم لوگوں کو آپس میں نہ بولنا چاہیئے۔ اور ایک دوسرے سے جدا ہو جانا چاہیئے ہم میں سے ہر ایک الگ الگ بیٹھ کر توبہ و استغفار کرے اور ہم مرتے دم تک آپس میں گفتگو نہ کریں گے۔ شاید اس وقت خدا ہماری توبہ قبول کرے۔ تین روز تک بالکل الگ رہ کر ہر ایک نے مناجات کی اور آپس میں ملاقات بھی نہ کی تیسری رات جب پیغمبر اکرمؐ جناب ام سلمہ کے گھر تھے اس وقت قبولیت توبہ کے سلسلے میں آیت نازل ہوئی (لقد تاب اللّٰہ علی النبی .... ھو التواب الرحیم) خدا نے انصار و مہاجرین کی توبہ پیغمبرؐ کے واسطے سے قبول کرلی۔ جن لوگوں نے دشواریوں میں نبی کو پیروی کی اور قریب تھا کہ ان میں سے بعض کے دلی ارادے بدل جائیں (دشواری کی بنا جنگ کے لئے نہ جائیں) پھر جب وہ راہ راست پر آگئے تو خدا نے ان کو معاف کر دیا۔ اور خدا مومنین پر رحم کرنے والا ہے۔ اور ان آدمیوں کی توبہ بھی قبول کرلی جنہوں نے مخالفت کی تھی یعنے اور جنگ کے لئے نہیں گئے تھے۔ انہیں اس قدر دشواریاں پیش آئیں کہ زمین اتنی وسیع ہونے

لہ تفسیر برہان ج ۲ ص ۱۳۲

کے باوجود ان کے لئے تنگ ہو گئی اور ان کے دل غمگین اور پریشان ہو گئے۔ انہوں نے جان لیا کہ خدا کے علاوہ کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ بے شک خدا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے۔

۴۱۔ ایک اور نمونہ

ابو بصیر کہتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی ایک ظالم بادشاہ کے ملازموں میں سے تھا۔ ایک مرتبہ اسے بہت سی دولت ملی۔ ان میں چند گانے بجانے والی کنیزیں بھی تھیں۔ اکثر اس کے یہاں عیش و طرب کی محفلیں گرم رہتیں۔ اور اپنا وقت لہو و لعب میں گذارتا۔ کنیزیں شراب پی پی کر نغمے گاتیں۔ پڑوس میں رہنے کی وجہ سے میں ہمیشہ اس سے ناراض رہتا تھا۔ میں نے کئی مرتبہ اسے متوجہ کیا، لیکن اس نے قبول نہ کیا۔ میں نے اس سے اتنا اصرار کیا کہ وہ ایک روز بولا میں تو شیطان کا اسیر ہوں لیکن تو شیطان کا تابع نہیں ہے۔ اگر تو میری حالت اپنے آقا امام جعفر صادقؑ سے بیان کرے تو شاید تیری بدولت خدا مجھے ہوائے نفس سے نجات دے۔

ابو بصیر کہتے ہیں کہ اس شخص کی بات سے میں بہت متاثر ہوا۔ جب میں حضرت صادقؑ کی خدمت میں پہنچا تو اپنے پڑوسی کا واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا جب تم کوفہ جانا اور وہ تم سے ملنے کے لئے آئے تو تم کہنا کہ جعفرؑ بن محمدؑ نے کہا ہے کہ تم اپنے برے کام چھوڑ دو تو میں تمہاری جنت کی ضمانت لیتا ہوں۔ جب میں کوفہ پہنچا تو لوگ مجھ سے ملنے کے لئے آئے۔ میرا پڑوسی بھی ان کے ساتھ تھا۔ جب وہ واپس جانے لگا تو میں نے اسے روکا اور لوگوں کے جانے کے بعد اس سے کہا کہ میں نے تیرا واقعہ امام جعفر صادقؑ سے بیان کیا تو انہوں نے فرمایا کہ میری طرف سے بعد سلام کہنا کہ تم اپنے برے کام چھوڑ دو تو میں تمہاری جنت کی ضمانت

لیتا ہوں۔ یہ سنکر وہ رونے لگا۔ اور بولا خدا کی قسم کیا جعفرؑ بن محمدؑ نے تجھ سے یہ کہا ہے ؟ میں نے کہا ہاں، خدا کی قسم کہا ہے۔ تو وہ بولا میرے لئے یہی کافی ہے پھر میرے گھر سے چلا گیا۔

کچھ روز گذرنے کے بعد اس نے مجھے بلایا، میں گیا تو دیکھا دروازہ کے پیچھے برہنہ کھڑا ہے۔ مجھے دیکھکر کہا کہ میں نے اپنا تمام مال اس کی راہ میں خرچ کر دیا۔ اب کوئی چیز باقی نہیں ہے۔ اسی لئے میں دروازہ کے پیچھے برہنہ کھڑا ہوں۔ میں اپنے دوستوں کے پاس گیا اور اس کے لئے کچھ لباس وغیرہ مہیا کیا۔ پھر کچھ دن بعد اس نے مجھے پیغام بھیجا کہ میں بیمار ہوں تو تم سے ملنا چاہتا ہوں، تو میں اکثر اس کی عیادت کے لئے جاتا تھا۔ اور اس کے علاج وغیرہ کا خیال رکھتا تھا۔ آخر کار جب اس کے انتقال کا وقت قریب آیا تو میں اس کے بستر کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ اچانک بے ہوش ہو گیا۔ پھر ہوش میں آنے کے بعد (مسکراتے ہوئے) بولا۔ ابو بصیر! تمہارے آقا نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔ اسی سال جب میں حج کے لئے گیا تو امامؑ کی خدمت میں پہنچا۔ دروازہ پر دستک دے کر داخلہ کی اجازت چاہی۔ جب میں داخل ہو رہا تھا تو میرا ایک پیر دروازہ کے باہر اور دوسرا گھر کے اندر تھا امامؑ نے فرمایا ابو بصیر! ہم نے تمہارے پڑوسی کے بارے میں کیا ہوا وعدہ پورا کر دیا۔[1]

۴۲۔ مایوس نہ ہو

سلام بن مستنیر کہتے ہیں کہ میں امام محمد باقر علیہ السلام کی خدمت میں تھا اسی وقت حمران بن اعین بھی آیا اور کچھ سوالات کئے۔ اور جاتے وقت بولا یا ابن رسول اللہ

[1] بحار الانوار، ج ۱۱، ص ۱۴۶

خدا آپ کو طول عمر عطا فرمائے اور ہمیں اس سے زیادہ استفادہ کی توفیق دے۔
میں اپنے حالات آپ سے بیان کرنا چاہتا ہوں۔

جب ہم آپ کی خدمت میں شرفیاب ہوتے ہیں۔ تو باہر نکلنے سے پہلے ہمارا دل پاک و صاف ہو جاتا ہے اور دنیا کو ہم بھول جاتے ہیں۔ پھر لوگوں کی دولت و ثروت کی ہماری نظر میں کوئی قیمت نہیں رہ جاتی۔ لیکن جب آپ سے دور ہو جاتے ہیں اور تاجروں اور لوگوں کے ساتھ نشست و برخاست کرتے ہیں تو ہمارے دل میں حب دنیا پیدا ہو جاتی ہے۔ امامؑ نے اس کے جواب میں فرمایا کہ دل ہی وہ شئی ہے جو کبھی سخت اور کبھی نرم ہو جاتا ہے۔ (اسی تغیر و تبدل کی بنا پر اسے قلب کہا جاتا ہے) پھر فرمایا اصحاب حضرت رسولؐ خدا، آپؐ سے کہا کرتے تھے کہ ہم ڈرتے ہیں کہ کہیں منافق نہ ہو جائیں۔ پیغمبر اکرمؐ کہتے تھے کہ تم کس طرح منافق ہو سکتے ہو؟ تو وہ کہتے تھے کہ جب ہم آپؐ کی خدمت میں رہتے ہیں تو آپؐ ہمارے دلوں کو بیدار کرتے اور آخرت کی طرف مائل کرتے ہیں۔ ہمارے دلوں پر خوف طاری ہو جاتا ہے۔ اور دنیا سے ہم غافل ہو جاتے ہیں۔ اور معلوم ہوتا ہے کہ گویا ہم آخرت، جنت اور جہنم کو اپنی نظروں سے دیکھ رہے ہیں۔ لیکن یہ حالت اسی وقت تک رہتی ہے جب تک ہم آپ کی خدمت میں رہتے ہیں۔ مگر ہم جب یہاں سے چلے جاتے ہیں اور اپنے بچوں کو دیکھتے ہیں تو ایسا معلوم ہوتا ہے۔ کہ اس کیفیت کا دامن ہمارے ہاتھ سے اس طرح چھوٹ جائے گا کہ گویا کبھی اس سے سابقہ بھی نہ رہا ہو۔ کیا اس صورت میں ہم منافق نہ ہوں گے؟ پیغمبرؐ نے فرمایا ہرگز نہیں۔ یہ تغیرات تو شیطانی وسوسے کی بنا پر ہوتے ہیں کیوں کہ وہ تمہیں دنیا کی طرف مائل کرتا ہے۔ خدا کی قسم تم نے جو حالت بیان کی ہے اگر اس پر باقی رہتے تو ملائکہ تم سے مصافحہ کرتے ہیں اور تم پانی کی سطح پر چل سکتے ہو اور لولا انکم۔۔۔

.... ان المومن تواب) اگر تم گناہ کرنے کے بعد توبہ نہ کرتے تو خدا دوسری مخلوق پیدا کرتا۔ یہاں تک کہ وہ گناہ کرتے اور طلب آمرزش کرتے تو خدا انہیں بخشتا۔ بہ تحقیق مومن کی برابر آزمائش ہوتی ہے۔ اور اس کا امتحان لیا جاتا ہے۔ وہ گناہ کر کے توبہ کرتا ہے۔ پھر گناہ کرتا ہے۔ اور پھر فوراً توبہ کر لیتا ہے۔ کیا تم نے نہیں سنا کہ خدا فرماتا ہے (ان اللہ یحب .... المطھرین) اور اس آیت میں فرماتا ہے (استغفروا .... الیہ)[1]

۴۳- ہر گناہ کے لئے مخصوص توبہ ہے

حضرت امام جعفر صادق علیہ السّلام نے فرمایا کہ گذشتہ زمانہ میں ایک شخص یہ کوشش کرتا تھا کہ حلال طریقے سے مال دنیا حاصل کرے۔ مگر وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ تو شیطان انسانی صورت میں اس کے پاس آ کر کہنے لگا کہ تو نے مال دنیا کو حلال طریقے سے حاصل کرنا چاہا مگر حاصل نہ کر سکا۔ پھر حرام طریقے سے حاصل کرنا چاہا تو وہ بھی تجھ سے نہ ہوا۔ اب اگر تو چاہے تو میں تجھے ایسا راستہ بتاؤں جس سے تیرا مقصد حاصل ہو جائے اور تجھے بہت سی دولت ملے۔ لوگ بھی تیری پیروی کریں۔ یہ سُنکر اس نے جواب دیا، ہاں میں اس بات پر آمادہ ہوں۔ شیطان نے کہا تو اپنی طرف سے ایک دین ایجاد کر اور لوگوں کو اس کی طرف دعوت دے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ لوگ اس کی پیروی کرنے لگے۔ پھر اسے خواہش کے مطابق دولت دنیا بھی مل گئی۔

ایک روز اسے خیال آیا کہ میں نے کتنا غلط کام کیا ہے۔ کہ ایک نیا دین ایجاد

---

[1] اصول کافی جلد ۲ صـ ۴۲۳، ۴۲۴

کر دیا۔ اب میری توبہ بھی قبول نہیں ہو سکتی۔ لیکن اگر میں لوگوں کو اس بات کی طرف متوجہ کروں کہ جو کچھ میں نے تم سے بیان کیا وہ میرا خود ساختہ مذہب اور باطل مسلک تھا تو شاید میری توبہ قبول ہو جائے ماپنے تابعین میں سے ہر ایک کے پاس جا کر کہا کہ میں نے اب تک جو کچھ بیان کیا وہ غلط اور بے بنیاد تھا۔ اس کی بات سُن کر لوگ کہتے تھے کہ تم اب جھوٹ بول رہے ہو، تم نے ہم سے جو کچھ بیان کیا وہی درست اور حق تھا۔ اب تمہیں اپنے دین میں شک ہو رہا ہے اور تم گمراہ ہو رہے ہو۔ ان کی یہ باتیں سُنکر اس نے خود اپنے ہاتھوں طوق و زنجیر پہن لی۔ اور کہا کہ یہ اس وقت تک پہنے رہوں گا جب تک خدا میری توبہ قبول نہ کرے۔

خداوند عالم نے اس زمانہ کے نبی پر وحی کی کہ اس شخص سے کہدو کہ میری عزت و جلال کی قسم اگر مجھے پکارتے پکارتے تیرے جسم کا ایک ایک عضو جدا ہو جائے تب بھی تیری توبہ اس وقت قبول نہ کروں گا جب تک کہ جو لوگ تیرے دین پر مرے ہیں اور جنہیں تو نے گمراہ کیا ہے انہیں حقیقت حال سے آگاہ نہ کر دے۔ اور وہ تیرے دین کو نہ چھوڑ دیں[1]۔ (اس کے لئے یہ کام بھی ممکن نہ تھا)

۴۴۔ قرآن مجید سے ایک واقعہ

(ولقد علمتم .... وموعظۃ للمتقین)[2] امام زین العابدین

---

[1] بحار الانوار۔ ج ۲ ص ۲۷۷

[2] جزء دوم بحار الانوار ص ۲۷۷ (اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ جن لوگوں نے روز سنبہ تجاوز و تعدی کی تھی انہیں ان کا واقعہ معلوم ہو چکا۔ ہم نے ان سے کہا کہ تم راندہ درگاہ ہو اور بندر بن جاؤ (یعنی ہم نے انہیں مسخ کر دیا) اس سزا کو ہم نے متقین کے لئے نصیحت اور آئندہ نسلوں کے لئے منزلت عبرت قرار دیا۔

اس آیت شریفہ کے ذیل میں فرماتے ہیں کہ جن لوگوں کے بارے میں خدا نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے وہ دریا کے پاس زندگی بسر کرتے تھے۔ خدا نے روز شنبہ شکار کرنے سے انہیں منع فرمایا تھا۔ انبیاء نے بھی ان کو منع کیا تھا لیکن مکر و فریب کے ذریعے انہوں نے روز شنبہ مچھلی کا شکار اپنے لئے حلال کرنا چاہا۔ چنانچہ انہوں نے حوض بنا کر دریا سے چھوٹی چھوٹی نالیاں وہاں تک اس طرح بنائیں کہ مچھلیاں دریا سے نالیوں کے ذریعے حوض میں آجاتی تھیں۔ انہوں نے نالیوں میں جال لگا دیئے تھے تاکہ مچھلیاں دریا میں واپس نہ جا سکیں

مچھلیاں فطرت کے مطابق روز شنبہ شکار سے محفوظ رہتیں۔ نالیوں کے ذریعے حوض میں آجاتیں اور شام تک وہیں رہتیں۔ لیکن جب واپس جانا چاہتیں تو آسانی سے جال میں پھنس جاتی تھیں۔ شکاری روز یکشنبہ بغیر کسی زحمت کے جال میں پھنسی ہوئی مچھلیوں کا شکار کر لیتے تھے۔ وہ لوگ گناہ سے بچنے کا اظہار کرنے کے لئے کہتے تھے کہ ہم نے شنبہ کے دن شکار نہیں کیا بلکہ آج یکشنبہ کو شکار کر رہے ہیں۔ شنبہ کے دن مچھلی کا شکار ہمارے لئے حرام ہے۔ امام زین العابدین فرماتے ہیں کہ وہ لوگ اپنے دعوے میں جھوٹے تھے۔ کیوں کہ وہ شنبہ کو نالیاں بنا کر جال لگا دیتے تھے اور (دوسرے دن) انتظار کر لیتے تھے۔ اس طرح روزانہ ان حیلہ کر کے بہت سی مچھلیاں حاصل کر لیتے۔ اور بہت سی دولت حاصل کر کے عیش و عشرت کی زندگی بسر کرتے تھے۔ اس شہر میں تقریباً اسّی ہزار آدمی رہتے تھے۔ جن میں سے ستر ہزار آدمی یہی طریقۂ کار اختیار کئے ہوئے تھے۔ اور باقی دس ہزار ان کو خدا کی نافرمانی اور ان کی بدکرداری سے روکتے تھے۔ چنانچہ اس آیت میں خداوند عالم نے انہی کی داستان کی طرف اشارہ کیا ہے:۔

(واسئلھم۔۔۔۔۔۔۔۔السبت الخ)

اس شہر کے بعض لوگ برابر حیلہ ور لوگوں کو ڈراتے۔ اور انہیں سخت ترین تہدید کرتے تھے۔ تفسیر برھان کی روایت کے مطابق بعض دوسرے لوگ خاموش رہتے اور منع کرنے والوں سے کہتے تھے کہ (لم تعظون...... ...... عذابا شدیداً) (تم ان لوگوں کو کیوں نصیحت کرتے ہو جنہیں خدا ہلاک کرے گا۔ یا ان پہ سخت عذاب نازل کرے گا) وہ جواب دیتے کہ ہم اس لئے منع کرتے ہیں کہ ہمیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا حکم دیا گیا ہے۔ اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ظاہر ہو جائے کہ ہم نہ ان کے ہم خیال ہیں اور نہ ہی ان کے اس عمل سے راضی ہیں۔ اور شاید ہماری نصیحت کا ان پہ کچھ اثر ہو تو وہ یہ برا کام چھوڑ دیں۔ لیکن ان کی باتوں کا حیلہ گر دے پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اور وہ اپنا کام انجام دیتے رہے۔

جب نصیحت کرنے والوں نے دیکھا کہ لوگوں پہ ہماری بات کا کوئی اثر نہیں ہے تو انہوں نے وہ شہر چھوڑ کر دوسرے شہر میں رہنے لگے۔ کہ کوئی بھروسہ نہیں ہے کہ آدھی رات میں عذاب نازل ہو اور ہم بھی ان کے درمیان ہوں۔ ان کے جانے کے بعد خدا نے رات میں حیلہ گروں کو مسخ کر کے بندر بنا دیا۔ صبح ہوئی تو نہ قلعہ کا دروازہ کھلا اور نہ کوئی اس میں سے نکلا اور نہ کوئی داخل ہو سکا۔ جب دروازہ نہ کھلنے کی اطلاع قرب وجوار میں پہنچی تو اطراف سے لوگ آئے اور دیوار پر چڑھ کر دیکھا تو قلعہ کے تمام افراد بندروں کی شکل میں نظر آئے۔ بعض لوگ کچھ علامت اور نشانی دیکھ کر اپنے دوستوں کو پہچان لیتے اور ان سے پوچھتے کہ تم فلاں شخص ہو تو سر سے اشارہ کرتے ہوئے اقرار کرتے۔ تین روز تک یہی صورت حال رہی۔ پھر زبردست بارش ہوئی اور آندھی چلی اسی طوفان میں خدا نے انہیں بہا دیا

جن لوگوں کو خدا نے مسخ کیا تھا ان میں سے کوئی بھی تین روز سے زیادہ زندہ نہ رہ سکا۔ اس زمانے میں جو بندر ہیں وہ ان کی نسل سے نہیں ہیں۔ بلکہ وہ الگ ایک مخلوق ہیں۔ جن کو خدا نے بندر ہی پیدا کیا تھا۔[1]

آخر روایت محمد بن یعقوب نے تفسیر برہان ج ۲ ص۴۳ پر روایت نقل کی ہے (عن ابی عبد اللہ .... ولم یأمروا فہلکوا)

ترجمہ: جب ان لوگوں نے احکام الٰہی کو فراموش کر دیا۔ تو ہم نے صرف نہی عن المنکر کرنے والوں کو نجات دی۔ امام جعفر صادقؑ نے آیۂ شریفہ کے ذیل میں ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ تین طرح کے تھے۔

(۱) جو لوگ خود بھی احکام الٰہی پر عمل کرتے اور دوسروں کو بھی امر بالمعروف کرتے تھے انہیں نجات ملی۔

(۲) جو لوگ عمل کرتے تھے لیکن امر بالمعروف نہیں کرتے تھے وہ مسخ ہو گئے۔

(۳) جو لوگ نہ عمل کرتے تھے اور نہ ہی امر بالمعروف کرتے وہ بھی ھلاک ہو گئے۔

۴۵۔ بیس ھزار درہم

حضرت امام حسن علیہ السلام کی خدمت میں ایک شخص ھدیہ لایا تو امامؑ نے اس سے فرمایا کہ تمہیں ان دو چیزوں میں سے کیا پسند ہے؟ میں تیرے ھدیے کا بیس گنا کر کے تجھے بیس ہزار درہم دوں یا تیرے لئے ایک دروازۂ علم کھول دوں جس سے تو فلاں شخص پر کہ جو ہمارا دشمن اور ناصبی ہے غلبہ حاصل کرے۔ اور اس

---

[1] بحار الانوار جلد ۱۴ ص ۵۸

سے اپنے قریہ کے ضعیف الاعتقاد شیعوں کو نجات دے۔ اگر تونے ان میں سے بہتر کو پسند کیا تو میں تجھے دونوں دے دوں گا۔ لیکن اگر بہتر انتخاب نہ کیا تو پھر ایک ہی چیز دوں گا۔ اس شخص نے عرض کیا کہ مولا کیا دونوں چیزوں کا ثواب برابر ہے؟ امامؑ نے فرمایا کہ اس کا ثواب تمام دنیا کی جزا سے بیس گنا بہتر ہے۔ تو اس نے کہا پھر میں کم قیمت کا کیوں انتخاب کروں؟ میں باب علم کو اختیار کرتا ہوں (یعنی میرے لئے ایک دروازہ علم کا کھول دیں) یہ سنکر امامؑ نے فرمایا تم نے اچھی چیز کا انتخاب کیا، پھر اس کو وہ علم سکھایا اور بیس ہزار درھم بھی دیئے۔ وہ امامؑ سے رخصت ہو کر اپنے قریہ پہنچا اور اس ناصبی سے بحث کی اور اسے مغلوب کر دیا۔ یہ خبر امام حسن مجتبیٰؑ کو بھی ملی۔ ایک روز اتفاقاً پھر وہ شخص خدمت امامؑ میں حاضر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ تمہارے برابر نہ کسی نے فائدہ اٹھایا اور نہ ہمارے دوستوں میں سے کسی کو اتنی دولت ملی، کیونکہ تم نے کئی چیزیں حاصل کر لیں :۔

(۱) دوستی خدا۔

(۲) دوستی پیغمبر و علیؑ۔

(۳) ان دونوں کی عترت طاہرہ یعنی آئمہ معصومین علیہم السلام کی صحبت

(۴) دوستی ملائکہ۔

(۵) مومنین کی محبت اور دنیا کے ہر مومن اور کافر سے ہزار گنا بہتر تمہیں اجر ملے گا۔ مبارک ہو تمہیں مبارک ہو[1]

۴۶۔ تحصیل علم بھی اور توسّل بھی

آقا میر سید محمد جبانی جو علمائے عصر حاضر میں سے ہیں دو واسطوں سے

[1] احتجاج طبرسی ج ۲ متن حدیث نقل از بحار الانوار ۲۴

نقل کرتے ہیں کہ شیخ مرتضیٰ انصاری کے ایک شاگرد نے بیان کیا کہ جب میں ابتدائی تعلیم حاصل کر چکا تو تحصیل علم کی غرض سے نجف اشرف گیا۔ اور وہاں شیخ مرتضیٰ انصاری کے درس میں شرکت کرنے لگا۔ لیکن میں ان کی تقریر بالکل نہ سمجھ سکا۔ مجھے اس بات کا بہت احساس ہوا۔ ہر چند کوشش کی مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اور درس نہ سمجھ سکا۔ آخر کار حضرت امیرؑ سے متوسل ہوا۔

میں ایک روز خواب میں حضرت امیر المومنینؑ کی خدمت میں پہنچا تو آپؑ نے بسم اللہ الرحمن الرحیم میرے کان میں پڑھ دی۔ صبح جب درس پڑھنے کے لئے گیا تو درس باقاعدہ سمجھا۔ آہستہ آہستہ پیش رفت کرتا رہا۔ یہاں تک کہ درس میں اشکال کرنے لگا۔ ایک روز منبر کے پاس بیٹھا ہوا تھا اور درس سے استاد پر بہت سے اشکال کئے پھر درس ختم ہونے کے بعد جب شیخ کی خدمت میں پہنچا تو انہوں نے آہستہ سے میرے کان میں فرمایا کہ جس نے تمہارے کان میں صرف بسم اللہ پڑھی ہے اس نے میرے کان میں پہلے ہی پوری سورہ حمد پڑھ دی ہے۔

۴۷۔ عالم منحرف کا نقصان

عالم اہلسنت والجماعت امام ابن ابی الحدید نہج البلاغہ جلد چہارم میں لکھتے ہیں کہ معاویہ اپنے تابعین و اصحاب کو لالچ دے امیر المومنین علیؑ کے خلاف روایت گڑھنے اور لوگوں کے سامنے بیان کرنے پر آمادہ کرتا تھا۔ وہ یہ کہتا تھا کہ ایسی روایتیں گڑھی جائیں جن میں علی کے خلاف نفرت اور بیزاری کا مفہوم پایا جائے۔ وہ اس کام کے لئے کافی رقم صرف کرتا تھا۔ تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ حدیثیں گڑھ سکیں اور لوگوں کے دل میں اس بات کا رجحان پیدا ہو۔ چنانچہ

لوگ بھی معاویہ کی خواہش پوری کرتے تھے۔ خود ساختہ روایت بیان کرنے والے لوگوں میں سے ابوھریرہ، عمرو بن عاص اور مغیرۃ بن شعبہ بھی ہیں۔ اعمش کہتا ہے کہ ابوہریرہ معاویہ کے ساتھ عراق گیا تو پہلے مسجد کوفہ کی طرف گیا وہاں پہنچ کر دیکھا کہ بہت سے لوگ اس کے استقبال کے لئے اور اس کی تقریر سننے کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ ابوہریرہ لوگوں کے ساتھ دوزانو ہو کر بیٹھا۔ پھر چند مرتبہ اپنا ہاتھ پیشانی پر مارکر تا کہ لوگ اس کی بات کا یقین کر سکیں) بولا (یا اہل العراق .... نفسی بالنار) اے اہل عراق! کیا تم یہ سوچ سکتے ہو کہ میں خدا اور رسول پر تہمت لگاکر اپنا ٹھکانہ جہنم بناؤں گا۔

خدا کی قسم میں نے پیغمبر سے سنا ہے کہ ہر پیغمبر کا ایک حرم ہوتا ہے (و ان .... عیر الی ثور) میرا حرم مدینہ میں کوہ عیر سے لے کر کوہ ثور تک ہے، جو شخص علاقہ میں فتنہ برپا کرے خدا ملائکہ اور لوگوں کی اس پر لعنت ہو (و اشھد .... احدث فیھا) اور خدا گواہ ہے کہ علی نے مدینہ میں فتنہ برپا کیا۔ جب یہ خبر معاویہ کو ملی تو ابوہریرہ کا بہت احترام کیا۔ اور اس کو بہت کچھ دیا حکومت مدینہ بھی اس کو دے دی۔ زمخشری نے ربیع الابرار میں لکھا ہے کہ ابوہریرہ کو مغیرہ کھانا بہت پسند تھا (یہ ایک قسم کا کھانا ہے جو دودھ میں ترشی ڈال کر بنایا جاتا ہے) ابوہریرہ معاویہ کے دسترخوان پر بیٹھ کر مغیرہ کھاتا تھا۔ اور جب وقت نماز ہوتا تو علی کے پیچھے نماز پڑھنے چلا جاتا جب کوئی اس پر اعتراض کرتا تو وہ کہتا تھا کہ (مغیرۃ معاویہ .... علی افضل) معاویہ کے دسترخوان کا مغیرہ اچھا اور خوشبودار ہوتا ہے۔ لیکن نماز علی کی اقتداء میں افضل ہے[۱]

---

[۱] الکنی والالقاب۔ ج ا ص ۱۷۰۔

۴۸۔ اس نے امام کی نقل کی

ایک بادشاہ کے دربار میں ایک مسخرہ رہتا تھا وہ لوگوں کی نقل کر کے بادشاہ کو خوش کیا کرتا تھا۔ بادشاہ مذہب اہل سنّت سے تعلق رکھتا تھا لیکن اس کا وزیر ناصبی اور دشمن اہل بیت نبوّت تھا۔ ایک مرتبہ بادشاہ نے سفر کیا اور وزیر کو اپنی جگہ بٹھا دیا۔ وزیر یہ جانتا تھا کہ مسخرہ دوستان علیؑ میں سے ہے۔ اور شیعہ مذہب سے تعلق رکھتا ہے۔ ایک دن اس نے مسخرے کو بلا کر کہا تم میرے سامنے علیؑ کی نقل کرو۔ اس نے بہت انکار کیا اور معذرت چاہی۔ لیکن وزیر نے قبول نہ کیا۔ تو مسخرہ نے ایک روز کی مہلت مانگی دوسرے دن لباس اعراب پہنے ہوئے، کمر میں تیز تلوار حمائل کر کے آیا اور وزیر سے حاکمانہ انداز میں سخت لہجے میں کہا خدا و نبی اور میری خلافت بلافصل پر ایمان لے آؤ ورنہ تمہیں قتل کر دوں گا۔ وزیر نے اس کام کو شوخی سمجھا اور بہت ہنسا مسخرہ اور قریب آیا پھر سخت انداز سے اپنی بات کی تکرار کی اور تھوڑی سی تلوار نیام سے باہر نکالی۔ آخر کار تیسری مرتبہ میں اپنی پوری طاقت کا اظہار کرتے ہوئے آگے بڑھا اور تلوار نیام سے باہر نکالی پھر آخر مرتبہ اس نے اپنی بات کہی۔ وزیر ہنسی کی وجہ سے بے حال تھا کہ اچانک اس نے دیکھا کہ چمکتی ہوئی تیز تلوار اس کے سر پہ لگی اور ایک وار میں اس کی زندگی تمام ہو گئی۔ واپسی کے بعد جب بادشاہ کو یہ خبر ملی تو مسخرہ فرار ہو گیا۔ بادشاہ نے حکم دیا کہ اسے تلاش کیا جائے جب مسخرہ کو پکڑ کر بادشاہ کے پاس لایا گیا تو اس نے تمام واقعہ بادشاہ کو سنا دیا۔ واقعہ سنکر بادشاہ بہت ہنسا اور اسے معاف کر دیا۔[۱]

---

[۱] خزائن نراقی

۴۹۔ دوستی اہل بیت

محمد بن مسلم کہتے ہیں کہ میں کوفہ سے مدینہ کا قصد کر کے چلا۔ چونکہ بیمار تھا، تو میری بیماری کی اطلاع حضرت محمد باقرؑ کو دی گئی۔ آپؑ نے خوان پوش سے ڈھک کر ایک غلام کے ذریعہ کچھ شربت بھیجا۔ جب غلام شربت لے کر آیا تو کہا کہ امامؑ نے مجھے حکم دیا ہے کہ جب تک تم شربت نہ پی لو میں تمہارے پاس سے نہ جاؤں جب میں نے شربت پینا چاہا تو اس سے مشک کی خوشبو آ رہی تھی۔ پینے میں بہت ہی عمدہ اور ٹھنڈا محسوس ہوا۔ میں شربت پی چکا تو غلام نے کہا امامؑ نے فرمایا ہے۔ کہ شربت پی کر میرے پاس آ جانا۔ میں آنحضرت کی فرمائش کے بارے میں سوچنے لگا حالانکہ شربت پینے سے قبل مجھ میں کھڑے ہونے کی بھی طاقت نہ تھی۔ تو مجھے محسوس ہوا کہ میں فولادی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا اور اب آزاد ہو گیا ہوں۔ امامؑ کے کے دولت سرا پر پہنچ کر داخل ہونے کی اجازت چاہی (فصوت لی .... ادخل) امام علیہ السلام نے بلند آواز میں فرمایا ٹھیک ہو گئے۔ آؤ، آؤ۔ میں گھر میں داخل ہوا تو رونے لگا اور سلام کر کے امامؑ کی دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔ امامؑ نے فرمایا تم کیوں رو رہے ہو۔ میں نے عرض کیا میں آپؑ پر قربان ہو جاؤں میں اس لئے رو رہا ہوں کہ میں آپ سے بہت دور ہوں، کوفہ اور مدینہ میں کافی فاصلہ ہے اور اب میں حاضر بھی ہوا ہوں تو زیادہ نہیں رہ سکتا۔

امامؑ نے فرمایا تم جو ہمارے پاس زیادہ نہیں رہ سکتے تو خدا نے ہمارے دوستوں کو اسی طرح رہم سے دور رکھا ہے لیکن کوفہ اور مدینہ کی مسافت کے لئے جو تم نے کہا ہے تو اس میں تم حضرت ابی عبد اللہ امام حسین علیہ السلام

کی تاسی کرو۔ وہ ہم سے دور عراق میں فرات کے پاس دفن ہیں۔ ان پر اللہ کی طرف سے درود وسلام ہو۔ تم جو یہ کہتے ہو کہ ہمارے اور تمہارے درمیان فاصلہ زیادہ ہے تو مومن اس دنیا اور دنیا پرست لوگوں میں ایک مسافر کی حیثیت رکھتا ہے۔ مگر جب خدا سے جا ملے تو تم نے جو یہ کہا کہ ہم سے محبت رکھتے ہو۔ اور مستقل ہمارے پاس رہنا چاہتے ہو تو خداوند تمہارے دلی ارادوں سے واقف ہے وہ تمہیں اس کی جزا ضرور دے گا۔[۱]

۵۰۔ شیعہ کون ہے

جب مامون نے حضرت علی بن موسی الرضا علیہ السلام کو اپنا ولی اللہ مقرر کیا تو کچھ لوگوں نے آکر امام سے ملاقات کرنا چاہی۔ اور کہلایا کہ ہم شیعانِ علی کا ایک گروہ آپؑ سے ملاقات کرنا چاہتا ہے۔ امامؑ نے جواب میں فرمایا۔ ان سے کہہ دو واپس جائیں مجھے فرصت نہیں ہے۔ وہ لوگ دوسرے روز پھر آئے اور اسی طرح کہلایا۔ امامؑ نے پھر فرمایا کہ انہیں واپس کردو۔ دو مہینے تک یہی سلسلہ رہا۔ یہاں تک کہ لوگ امامؑ کی ملاقات سے مایوس ہو گئے۔ اور آخر میں ایک روز انہوں نے دربان سے کہا کہ ہمارے آقا علی بن موسی الرضاؑ سے عرض کرو کہ ہم آپؑ کے جد علیؑ کے شیعہ ہیں۔ آپؑ نے جو ہمیں ملاقات کی اجازت نہیں دی تو دشمن ہمیں طعنے دے رہے ہیں۔ اب اگر ہم اس طرح واپس جائیں تو اپنے وطن نہ جائیں گے۔ کیوں کہ اب طعنے سننے کی تاب نہ رہی۔ امام نے انہیں اندر آنے کی اجازت دی۔ ان لوگوں نے سلام کیا۔ مگر امامؑ نے جوابِ سلام بھی نہیں دیا۔

۱۔ دارالسلام نوری۔ ج ۲۔ ص ۲۷۱۔

اور نہ ہی ان سے بیٹھنے کے لئے کہا۔ سب لوگ اسی طرح سے کھڑے رہے۔
اور کہنے لگے یا ابن رسول اللہ آخر کیا وجہ ہے کہ آپؑ نے ہمیں اندر آنے کی اجازت کیوں نہیں دی تھی۔ اور اب اگر اجازت دی بھی تو سلام کا جواب نہیں دیتے) اس ذلت کے بعد ہمارے لئے کچھ اور باقی ہے؟ امامؑ نے فرمایا (ما اصابکم .... عن کثیر) اگر تم کسی مصیبت میں مبتلا ہوتے ہو تو وہ تمہارے افعال کا نتیجہ ہے۔ حالانکہ تمہاری بہت سی باتیں معاف کر دی جاتی ہیں۔ ہم نے اس عمل (گھر میں داخل ہونے سے روکنے) میں خدا، رسولؐ، علیؑ اور اپنے آبائے طاہرین کی پیروی کی ہے۔ انہوں نے بھی تمہیں مورد عتاب قرار دیا ہے۔ چنانچہ میں نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ یہ عذاب ہم لوگوں پر کیوں نازل ہوا؟ امامؑ نے فرمایا کہ تمہارا دعویٰ ہے کہ ہم شیعانِ علیؑ ہیں۔ تم پر وائے ہو۔ ان کے شیعہ تو امام حسنؑ، امام حسینؑ، ابوذرؓ، سلمان، مقداد، عمار اور محمد بن ابی بکر ہیں۔ وہ ایسے تھے جنہوں نے کسی چھوٹے سے چھوٹے کام میں علیؑ کی مخالفت نہیں کی۔ اور جس کام سے امیر المؤمنین نے منع کیا اسے کبھی انجام نہ دیا۔ لیکن تم کہتے ہو کہ ہم شیعانِ علی ہیں اور بہت سے واجبات میں کوتاہی کرتے ہو۔ برادر مومن کے حقوق کو سبک سمجھتے ہو۔ جہاں تقیہ نہ کرنا چاہیئے وہاں تقیہ کرتے ہو۔ اگر تم یہ کہو کہ ہم امیر المؤمنینؑ اور ان کے دوستوں کے دوست اور ان کے دشمنوں کے دشمن ہیں تو میں اس بات کو رد نہ کروں گا لیکن تم نے تو بہت بڑی بات کا دعویٰ کر دیا۔ اگر تم نے اپنے قول کو اپنے عمل سے ثابت نہ کیا تو ہلاک ہو جاؤ گے۔ مگر یہ کہ خدا تمہیں نجات دے دے ان لوگوں نے عرض کیا یا ابن رسول اللہ! ہم اپنے قول پر توبہ و استغفار کرتے ہیں۔ اور جو بات آپؑ نے تعلیم فرمائی ہے اب وہ ہی کہیں گے۔ ہم آپؑ سے

محبت رکھتے ہیں آپؑ کے دوستوں کے دوست اور آپؑ کے دشمنوں کے دشمن ہیں۔ اس وقت امام علی بن موسیٰ الرضاؑ نے فرمایا (مرحبا...... اهل ودی) مرحبا اے میرے بھائیو! اور میرے دوستو! قریب آؤ قریب آؤ۔ آپ اپنے قریب بلاتے رہے۔ یہاں تک کہ اپنے پہلو میں بلا کر بٹھالیا پھر دربان سے پوچھا کہ یہ لوگ کتنی بار آئے تھے۔ اس نے کہا ساٹھ مرتبہ۔ امامؑ نے فرمایا تم ساٹھ مرتبہ ان کے پاس جاؤ۔ سلام کرو اور میرا سلام بھی انہیں کہو۔ انہوں نے چونکہ توبہ کرلی لہٰذا ان کے گناہ معاف ہو گئے۔ اور چونکہ ہم سے محبت رکھتے ہیں، لہٰذا لائق احترام ہیں۔ ان کی ضروریات پوری کرو اور انہیں اخراجات کے لئے اور بطور تحفہ کافی مقدار میں دولت و ثروت دو۔[1]

۵۱۔ ایک اور نمونہ

ایک شخص نے امام حسینؑ سے عرض کیا میں آپ کا شیعہ ہوں۔ امام حسینؑ نے فرمایا خدا سے ڈرو۔ ایسی چیز کا دعویٰ نہ کرو کہ خدا کہے کہ تم جھوٹے ہو اور وہ غلط دعویٰ کرتے ہو۔ ہمارے شیعہ وہ ہیں جن کا دل ہر پلیدگی اور کثافت سے پاک و پاکیزہ ہو، تم یہ کہو کہ میں آپ کے دوستوں میں سے ہوں۔

ایک دوسرے شخص نے امام زین العابدینؑ سے عرض کیا میں آپ کے شیعان خاص میں سے ہوں۔ تو امامؑ نے فرمایا کہ تم تو ابراہیم خلیل کے مانند ہو۔ کہ خدا ان کے بارے میں فرماتا ہے کہ (وان شیعتہ...... بقلب سلیم) بے شک ابراہیم اللہ کے شیعوں میں سے ہیں جو اپنے پروردگار کی بارگاہ

---

[1] بحار الانوار جلد ۱۵ جزو اول ص ۲۷۷

میں پاک و سالم قلب کے ساتھ حاضر ہوئے اگر تمہارا دل ابراہیم کی طرح ہے تو ہمارے شیعوں میں سے ہو، لیکن اگر ان کے دل کی مانند تمہارا دل ہے اور کثافت و پلیدگی سے صاف ہے تو ہمارے دوستوں میں سے ہو اور اگر ایسا بھی نہیں ہے اور تمہیں معلوم ہے کہ تم نے جھوٹ کہا تھا تم اس جھوٹ کے کفارہ میں تو مرض جذام میں مبتلا ہو گے اور مفلوج ہو جاؤ گے۔ اور آخر عمر تک تمہیں اس بیماری سے نجات نہ ملے گی۔

ایک شخص نے امام محمد باقرؑ کے سامنے ایک آدمی سے فخریہ کہا تم میرے سامنے فخر کرتے ہو حالانکہ میں شیعانِ آل محمدؐ میں سے ہوں۔ یہ سنکر امامؑ نے فرمایا پروردگار کعبہ کی قسم! تجھے اس کے مقابل میں کوئی فخر نہیں اور تو نے اس میں اشتباہ بھی کیا ہے۔ تم اپنا مال اپنے اخراجات پر صرف کر سکتے ہو۔ یا اپنے مومن بھائیوں کے اخراجات پر؟ اس نے عرض کیا اپنے اخراجات پر زیادہ صرف کر سکتا ہوں۔ تو امام نے فرمایا تو ہمارے شیعوں میں سے نہیں ہے۔ جو لوگ ہمارے شیعہ ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں ان کے اموال خرچ کرنا ہمارے نزدیک زیادہ بہتر ہے حتیٰ کہ خود ہمارے لئے رکھا وہ لوگ جو صرف نام کے شیعہ ہوں) (ولکن ......

...... المنجاۃ محبتکم) بلکہ تم یہ کہو کہ میں آپ کے دوستوں میں سے ہوں اور ان لوگوں میں سے ہوں جو آپ کی محبت کے ذریعہ اپنی نجات کی امید رکھتے ہیں۔

۵۲۔ نعمت واقعی کیا ہے؟

ابراہیم بن عباس کاتب کہتے ہیں ہم حضرت رضاؑ کی خدمت میں حاضر تھے

لے یہ چند روایات بحار الانوار جزو اول جلد ۱۰ ص ۱۴۳، ص ۱۴۶ سے لی گئی ہیں۔

ایک فقیہ نے کہا اس آیۂ مبارکہ (لتسئلن .... النعیم)
"اس روز تم سے نعمت کے بارے میں سوال کیا جائے گا" میں "نعیم" کے معنی آب سرد ہیں۔ امامؑ نے بلند آواز میں فرمایا تم آیت کی اس طرح تفسیر کرتے ہو؟ اور ہر شخص الگ الگ طریقے سے معنی بیان کرتا ہے۔ بعض کہتے ہیں آب سرد مراد ہے۔ بعض کہتے ہیں خواب راحت مراد ہے۔ بعض قائل ہیں کہ زیادہ لذیذ کھانے مراد ہیں۔ بتحقیق میرے والد نے اپنے والد امام جعفر صادقؑ سے نقل کیا ہے کہ جب یہ بات ان کی خدمت میں بیان کی گئی تو آپ کو غصہ آگیا۔ اور فرمایا کہ خدا نے جو چیزیں اپنی مخلوق کو بخشش دی ہیں ان کے بارے میں ہرگز سوال نہ کرے گا۔ اور نہ اس پر منت کرے گا۔ یہ کام تو مخلوق کو بھی زیب نہیں دیتا۔ کہ اگر کسی کو کھانا کھلا دے یا پانی پلا دے تو اسے احسان سمجھے۔ جو چیزیں لوگوں کے لئے مناسب نہیں ہیں انہیں خداوند بزرگ و برتر کی طرف کیسے منسوب کیا جا سکتا ہے (ولکن النعیم .... ونبوۃ ر سؤل) نعیم تو ہم اہل بیت کی محبت اور دوستی ہے۔ توحید خدا و نبوت کے بعد اس کے بارے میں سوال کرے گا کیوں کہ اگر بندے نے نو از بات ولایت کو پورا کیا تو جنت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اسے ملیں گی۔ امام رضاؑ نے فرمایا کہ میرے پدر بزرگوار نے امام صادقؑ سے اور انہوں نے امام محمد باقرؑ سے اور اسی طرح حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا (یا علی .... لا زوال له)
اے علی! مرنے کے بعد انسان سے جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا، وہ توحید خدا، میری نبوت اور تمہاری ولایت کا اقرار ہے۔ جس طرح خدا نے ان کے لئے مقرر فرمایا اور میں نے ان تک پہنچایا۔ جس نے ان تین چیزوں کا اقرار کر لیا اور اس کا اعتقاد بھی یہی ہو تو وہ ایسی نعمتوں کی طرف چلا جائے گا جو کبھی

ختم نہ ہوں گی۔[1]

۵۳۔ انہوں نے کس طرح قیام کیا؟

اسلام میں سبقت کرنے والوں میں سے خباب الارت بھی ہیں۔ کفار نے انہیں کافی اذیت دی تاکہ وہ اسلام سے دستبردار ہو جائیں۔ لیکن وہ راضی نہ ہوئے کفار آگ جلا کر ان کی کمر پر رکھ دیتے۔ جس سے ان کی کمر کا گوشت جل جاتا۔ مگر صبر و استقامت سے کام لیا۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک روز میں نے رسولؐ اسلام سے کفار و مشرکین کی شکایت کی۔ اس وقت آنحضرتؐ خانہ کعبہ کے سایہ میں اپنی چادر پہ سر رکھے آرام فرما رہے تھے میں نے جا کر عرض کیا کہ کیا آپؐ ہمیں اس گرفتاری سے نجات نہ دلائیں گے۔ اور خداوند عالم سے دعا نہ فرمائیں گے کہ وہ ہمیں نجات دے۔ اس وقت پیغمبر اکرمؐ کا چہرہ چمک رہا تھا۔ آپؐ اٹھے اور فرمایا۔ تم سے پہلے لوگوں نے تو ہر مصیبت پر صبر کیا ہے۔ انہیں زندہ درگور کر دیا جاتا تھا۔ ان کے سروں پر آرے رکھ دیتے ان کے گوشت و پوست میں لوہے کی کنگھیاں داخل کر دیتے تھے۔ لیکن انہوں نے اپنا مذہب نہیں بدلا۔ خداوند عالم اسلام کو ایسی طاقت دے گا کہ صنعا سے حضر موت تک جانے میں سوائے خدا کے لوگ کسی سے نہ ڈریں گے۔ لیکن تم جلدی کر رہے ہو جب کہ صبر زیادہ بہتر ہے۔

خباب ایک لوہار تھے، پیغمبر اکرمؐ انہیں بہت چاہتے تھے۔ آپؐ ایک مرتبہ ان کے پاس گئے لوگوں نے اس بات کی اطلاع خباب کی مالکہ کو دی تو وہ لوہا پگھلا کر ان کے سر پر رکھتی تھی۔ ایک دن خباب نے اپنی مالکہ کی شکایت پیغمبرؐ سے کی۔ تو پیغمبرؐ نے اس کے لئے بددعا کی۔ اتفاق سے اس عورت کے سر میں شدید درد ہوا۔ یہاں تک کہ شدت درد کی بنا پر کتے کی طرح چلانے اور

---

[1] ینابیع المودہ جزو اول ص ۱۱۱

بھونکنے لگی۔ لوگوں نے اس سے کہا کہ اگر تو اپنی صحت چاہتی ہے تو گرم لوہا اپنے سر پر رکھ خباب پگھلا ہُوا لوہا علاج کی غرض سے اس کے سر پر رکھتے تھے۔ تاکہ مرض سے نجات ملے۔

ایک دن عمر بن خطاب نے خباب سے پوچھا کہ مشرکین تمہیں کس طرح شکنجہ دیتے تھے۔ خباب نے اپنی پیٹھ سے پیراہن اوپر اٹھا دیا۔ اور کہا یہ دیکھو! عمر نے جب خباب کی پیٹھ دیکھی تو بڑا تعجب کیا اور کہا خدا کی قسم! میں نے اب تک کسی کی کمر ایسی نہیں دیکھی۔ خباب نے کہا مشرکین میری پشت پر آگ جلاتے تھے۔ اور جب تک میری کمر کا گوشت جدا نہ ہو جاتا اس وقت تک کفار آگ بجھنے نہ دیتے تھے[1]

خباب الارت کا لڑکا عبد اللہ، حضرت امیر المومنینؑ کے اصحاب میں سے تھے۔ ایک روز خوارج نہروان نہر کے کنارے ایک نخلستان سے گذر رہے تھے تو انہوں نے عبد اللہ بن خباب الارت کو دیکھا کہ گلے میں قرآن لٹکائے ہوئے گدھے پر سوار ہیں۔ عبد اللہ کے ساتھ اس کی حاملہ بیوی بھی ہے۔ خوارج نے ان سے پوچھا کہ علی کے دور حکومت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ عبد اللہ نے جواب دیا (ان علی اعلم . . . . وانفذ بصیرۃ) علی دنیا کو بہت اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ اور دین کی حفاظت میں سب سے زیادہ انہوں نے کوشش کی۔ اور انہیں امور میں بصیرت کامل حاصل تھی۔

خوارج نے کہا یہی قرآن جو تمہارے گلے میں لٹکا ہوا ہے ہمیں تمہارے قتل کا حکم دیتا ہے۔ یہ کہکر اس بیچارے کو نہر کے کنارے لا کر شہید کر دیا۔

---

[1] اسد الغابہ ج ۲ ص ۹۸

عبد اللہ کا خون پانی میں مل کر بہنے لگا۔ پھر عبد اللہ کی حاملہ بیوی کا شکم چاک کر کے بچہ کو نکالا اور اس کا سر بھی تن سے جدا کیا۔ کچھ دوسرے آدمیوں کو بھی قتل کیا اس نخلستان میں خرمہ پڑا ہوا تھا۔ ان میں سے ایک شخص نے اٹھا کر منہ میں رکھا تو سب نے اس سے اظہار ناراضگی کرتے ہوئے کہا تم یہ کیا کر رہے ہو؟ اس نے فوراً خرمہ منہ سے باہر نکال دیا۔ پھر راستے میں ایک سور ملا تو ایک شخص نے اسے قتل کر دیا۔ تو سب نے اس سے کہا تم نے اس عمل سے زمین پر فساد برپا کیا!؟

۵۴۔ اس نے قرآن کی تعلیم میں کیا کیا دیکھا؟

پیغمبر اسلام نے جنگ حمراء الاسد کے بعد دس آدمیوں کو قرآن کی تعلیم دینے کے لئے غزوہ رجیع بھیجا تاکہ وہ لوگوں کو احکام الٰہی اور قرآن مجید کی تعلیم دیں۔ ان میں خبیب بن عدی بن مالک بھی تھے۔ مگر لوگوں نے خیانت کی۔ دس آدمیوں میں سے آٹھ کو قتل کر دیا۔ اور دو آدمیوں (خبیب بن عدی اور زید بن دثنہ) کو گرفتار کر کے مکہ میں فروخت کر دیا۔ کچھ مدت تک خبیب قید میں رہے آخر کار قریش نے ان کے قتل کا ارادہ کر لیا اور خبیب کو قتل کرنے کے لئے حرم کعبہ سے باہر لائے۔ قتل کے وقت خبیب نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مانگی۔ قریش نے اجازت دے دی۔ تو نماز پڑھ کر کہا خدا کی قسم اگر اس کا خیال نہ ہوتا کہ تم لوگ یہ کہو گے کہ موت کے خوف سے طولانی نماز پڑھ رہا ہے۔ تو اس سے زیادہ نماز

---

[1] تحفۃ الاحباب ص ۱۸۱

پڑھتا، پھر ان لوگوں کے لئے بد دعا کرتے ہوئے کہا (اللھم احصھم ۔ ۔ ۔ منھم احداً) لوگوں نے انہیں سولی پر لٹکا دیا۔ خبیب نے تختۂ دار پر کھڑے ہو کر کہا خدایا تو جانتا ہے کہ یہاں کوئی ایسا نہیں جو میرا اسلام پیغمبر تک پہنچا سکے لے

ابو عقبۃ بن حرث نے آگے بڑھ کر تلوار کی ایک ضرب خبیب کے جسم پر لگائی اور قتل کر دیا۔ جب واقعہ کی اطلاع پیغمبر کو ملی تو آپؐ نے فرمایا، تم میں سے خبیب کی لاش تختۂ دار سے اتار کر لانے کے لئے کون آمادہ ہے؟ زبیر و مقداد نے اس کام کی ذمہ داری لی۔ وہ چلے تو راتوں میں سفر کرتے اور دن میں چھپے رہتے تھے۔ یہاں تک کہ آدھی رات کے وقت تنعیم (جہاں خبیب کا لاشہ دار پر لٹکا ہوا تھا) پہنچے اور دیکھا کہ چالیس آدمی چوبۂ دار کے اطراف میں مست سو رہے ہیں۔ انہوں نے خبیب کی لاش دار سے اتاری۔ خبیب کا جسم اس وقت تک گرم ہی تھا۔ وہ اپنا ایک ہاتھ اپنے جسم پر رکھے ہوئے تھے۔ زبیر نے خبیب کا لاشہ اپنے گھوڑے پر رکھا اور دونوں واپس چل دیئے۔ پاسبان جب اٹھے اور خبیب کی لاش نہ پائی تو واقعہ کی اطلاع قریش کو دی۔ فوراً ستر آدمی ان کی تلاش میں چل دیئے جب وہ مقداد اور زبیر کے پاس پہنچے تو زبیر نے خبیب کی لاش زمین پر رکھ دی۔ زمین نے ان کے جسم کو اپنے سینے میں چھپا لیا (اسی لئے انہیں بلیع الارض کہا جاتا تھا) پھر زبیر نے اپنے سر سے عمامہ اتار کر کہا تم بہت زیادہ جرأت کر رہے ہو۔ میں زبیر بن عوام ہوں۔ میری ماں صفیہ دختر عبد المطلب ہے۔ اور میرے ساتھ مقداد بن اسود کندی ہے۔ ہم لوگ شیر تریان ہیں۔ جو اپنے بیشہ کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ اگر تم جنگ کرنا چاہتے ہو تو گھوڑوں سے اتر جاؤ ورنہ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاؤ۔ قریش نے جنگ نہ کرنا ہی بہتر سمجھا اور واپس آگئے پھر زبیر و مقداد نے پیغمبر اکرم کی خدمت میں پہنچ کر تمام واقعہ کی اطلاع دی۔ ۲

لے۔ سفینہ ج ۱ ص ۳۷۶ ۔ ۲۔ ناسخ التواریخ کی روایت کے مطابق اسوقت پیغمبر صلعم اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے آنحضرتؐ نے فرمایا السلام علیک و رحمۃ اللہ و برکاتہ: لوگوں نے سبب پوچھا تو خبیب کی گرفتاری کا واقعہ ان

۵۵ مسلمان استقامت رکھتے ہیں

کفار قریش نے جب یہ دیکھا کہ مکہ سے ہجرت کرنے والے مسلمان بھی آرام سے زندگی بسر کر رہے ہیں اور مکہ میں رہنے والے مسلمانوں کو بھی ابو طالبؑ کی حمایت کی وجہ سے کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔ تو ایک بڑی انجمن بنائی اور یہ طے کیا کہ پیغمبر کو قتل کر دیا جائے۔ جب یہ خبر ابو طالب کو ملی تو ابو لہب کے علاوہ تمام بنی ہاشم مسلمان اور غیر مسلمان کو اپنے ہمراہ ایک درہ کوہ (جسے شعب ابی طالب کہا جاتا تھا) میں لے کر چلے گئے ابو طالبؑ نے درہ کے دونوں طرف نگہبان معین کر دیئے اور اکثر رات میں پیغمبرؐ کی جگہ اپنے بیٹے علیؑ کو سلا دیتے تھے۔ حمزہؓ ہمیشہ تلوار لے کر پیغمبرؐ کے پاس ٹہلتے رہتے تھے۔ جب قریش نے مسلمانوں کی یہ حالت دیکھی تو اپنے ارادہ میں ناکام ہو گئے اور دوسری تدبیر سوچنے لگے۔

چالیس آدمیوں نے دار الندوہ میں بیٹھ کر عہد و پیمان کیا کہ بنی ہاشم سے تعلقات منقطع کر دیں نہ ان کی لڑکیوں کی شادی قریش میں ہونے دیں نہ لڑکوں کی شادی ہونے دیں۔ ان سے خرید و فروخت بند کر دیں۔ اور جب تک بنی ہاشم پیغمبرؐ کو قریش کے حوالے نہ کر دیں ان سے ہرگز صلح نہ کی جائے۔ تاکہ ہم پیغمبر کو قتل کر سکیں۔ یہ عہد نامہ لکھ کر مہر لگا دی اور ابو جہل کی خالہ ام جلاس کو دے دیا۔

بنی ہاشم محصور ہو گئے اور کوئی شخص ان سے معاملہ نہیں کرتا تھا البتہ حج کے زمانے میں چونکہ عرب جنگ کو حرام سمجھتے تھے تو بعض لوگ اس وقت معاملہ کرتے تھے۔ دوسرے شہروں سے بھی لوگ مکہ آتے تھے اور مسلمان بھی شعب سے باہر آ جاتے تھے اور اعراب سے کھانے پینے کی چیزیں خرید کر شعب میں جمع کر لیتے تھے مسلمانوں کے معاملہ کرتے وقت اگر قریش میں سے کسی کو یہ معلوم ہو جاتا، تو وہ اس جنس کو خود

زیادہ قیمت پر خرید لیتا تھا یا فروخت کرنے والے کا سارا مال لوٹ لیا کرتا تھا جب کوئی مسلمان شعب سے باہر آتا اور قریش اسے دیکھ لیتے تو اس قدر شکنجے اور سزائیں دیتے کہ وہ مرجاتا تھا مسلمان اتنے زیادہ پریشان ہو چکے تھے کہ ان کے بچے بھوک کی وجہ سے روتے اور چلاتے تو اہل مکہ تک آوازیں جاتی تھیں۔ بچوں کی دردسوز آوازیں سن کر اکثر مشرکین افسوس کرتے یہاں تک کہ بہت سے لوگوں نے مخالفت شروع کردی۔ ابوطالبؑ اس خوف کی بنا پر کہ کہیں قریش رات میں آنحضرت پیغمبر کو قتل نہ کر دیں ان کے ایک طرف اپنا بستر اور دوسری طرف اپنے کسی لڑکے کا بستر بچھا دیتے تھے اور پیغمبر کو درمیان میں لٹاتے تھے۔

رات کو جب قریش بچوں کی آوازیں سنتے تو صبح آپس میں کہتے تھے رات کیسی گذری؟ تو جواب دیتے تھے بہت اچھی گذری۔ سوال کرنے والا کہتا تھا مگر تمہیں معلوم ہے تمہارے بھائیوں کے بچے بھوک کی وجہ سے صبح تک چلاتے رہے؟ یہ سن کر بعض قریش خوش ہوتے تھے اور بعض بہت رنجیدہ ہوتے تھے اس چیز نے بعض لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ پوشیدہ طور پر کچھ کھانے پینے کی چیزیں شعب ابی طالب میں پہنچائیں

دیگر لوگوں کے علاوہ حکیم ابن حزام بن خویلد نے بھی ایک روز اپنی پھوپھی خدیجہ زوجہ پیغمبر کو کچھ کھانا ایک اونٹ پر رکھ کر ایک غلام کے ساتھ بھیجا راستے میں اسے ابوجہل مل گیا۔ ابوجہل نے اونٹ کی مہار پکڑ کر کہا تو نے عہد و پیمان کی خلاف ورزی کی ہے۔ میں تجھے انجمن کے درمیان لے چلوں گا اور ذلیل و خوار کروں گا۔ ابوجہل کا بھائی ابوالبختری بھی وہاں پہنچ گیا تو اس نے کہا اس غلام کو چھوڑ دے اس کی پھوپھی کی کچھ کھانے پینے کی چیزیں اس کے پاس تھیں وہ انھیں پہنچانا چاہتا ہے۔ ابوجہل نے اپنے بھائی کی بات نہ مانی۔ آخر کار دونوں لڑنے لگے۔

ابوالبختری کو کسی اونٹ کی ہڈی مل گئی، اس نے ابوجہل کے سر پر مار کر زخمی کر دیا۔ ابوجہل کو بہت افسوس ہوا کیونکہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اس شکست کی اطلاع پیغمبرؐ کو ملے۔

دوسرا شخص جو شعب ابی طالب میں کھانا پہنچاتا تھا۔ پیغمبرؐ کا داماد[1] ابوالعاص ربیع تھا۔ درہ تک گیہوں اور خرما اونٹ پر لاد کر لاتا اور درہ میں اونٹ کو چھوڑ دیتا تھا اسی لئے پیغمبرؐ نے فرمایا کہ ابوالعاص نے ہماری دامادی کا حق ادا کر دیا۔

ان پریشانیوں کے باوجود پیغمبرؐ اور ان کے اصحاب نے تین سال تک شعب ابی طالب میں زندگی بسر کی۔ یہاں تک کہ بعض قریش نے شدت ناراحتی کی بنا پر اپنے عہد کو توڑ دیا اور قریش سے اظہار ناراضگی کیا۔ پیغمبرؐ نے کچھ باتیں ابوطالب کو بتائیں، انہیں کے ضمن میں کہا کہ عہد نامہ کو دیمک نے کھا لیا ہے اور صرف باسمک اللھم باقی ہے۔ ابوطالب نے یہ بات قریش سے بتائی تو مطابق واقعہ تھی، آخر کار مخالفین شرمندہ ہوئے اور ان کی تعداد بھی کم ہو گئی تو مسلمان شعب ابوطالب سے باہر آ گئے۔[2]

---

[1] دو بچیاں جناب خدیجہ اپنی بہن کی اپنے ساتھ لائی تھیں اور ان کی تربیت کی۔ ان میں سے ایک کی شادی پیغمبرؐ نے ابوالعاص کے ساتھ کی اور اسی مناسبت سے آپؐ نے انہیں اپنا داماد کہا (مترجم)

[2] ناسخ التواریخ جزء اول ص ۳۵۴ ۔ چھاپ مطبوعات دینی۔

۵۶۔ ابو دجانہ کی استقامت

جب مشرکین نے پیغمبرؐ اور علیؑ کو محاصرہ میں لے لیا تھا اور فراری مسلمانوں کی کوئی خبر نہیں تھی اچانک پیغمبرؐ نے ابو دجانہ کو دیکھا اور فرمایا۔ ابو دجانہ! میں نے تم سے اپنی بیعت اٹھالی تم سلامتی کے ساتھ محاصرہ سے باہر نکل جاؤ۔ اور جہاں دل چاہے چلے جاؤ لیکن علی، تو وہ مجھ سے اور میں اس سے ہوں۔ یہ سن کر ابو دجانہؓ نے زار و قطار رونا شروع کر دیا اور کہا خدا کی قسم! میں ہرگز آپؐ کی بیعت نہیں توڑ سکتا، میں آپؐ کو چھوڑ کر کہاں جا سکتا ہوں۔ اگر میں اپنی بیوی کے پاس جاؤں تو وہ بھی ایک روز مر جائے گی۔ اگر اپنے گھر جاؤں تو وہ بھی ایک روز برباد ہو جائے گا اگر مال کی طرف بڑھوں تو وہ بھی ایک روز فنا ہو جائے گا اور اگر موت کی طرف بڑھوں تو وہ جلد آئے گی۔

پیغمبرِ اسلامؐ کے سامنے جب ابو دجانہؓ نے رو کر یہ بیان کیا تو آنحضرتؐ بھی گریہ فرمانے لگے اور ابو دجانہؓ کو جنگ کی اجازت دی، ایک طرف علیؑ اور دوسری طرف ابو دجانہؓ کفار و مشرکین سے مقابلہ کرتے رہے جب ابو دجانہؓ زخموں سے نڈھال ہو کر زمین پر گر پڑے تو علیؑ انہیں اٹھا کر خدمتِ رسولؐ میں لے آئے، ابو دجانہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ! میں نے حق بیعت ادا کر دیا ؟ پیغمبرؐ نے فرمایا ہاں۔ پھر ان کے لئے دعائے خیر کی۔ اس کے بعد علیؑ تنہا جنگ کرتے رہے۔ جنگ اتنی تیز ہو رہی تھی کہ نوے زخم علیؑ کے جسم مبارک پر لگے اور دشمن پر حملہ کرنے میں سولہ مرتبہ زمین پر گرے اور چار مرتبہ جبرئیلؑ نے صورت انسانی میں آکر زمین سے اٹھایا۔ ناگاہ پیغمبرؐ نے دیکھا کہ شدت جنگ کی بنا پر علی کے پیر لرز رہے ہیں، گریہ فرمانے لگے اور عرض کیا پروردگار! تو نے مجھ سے اپنے دین کو غلبہ دینے

کا وعدہ کیا ہے، اگر تو چاہے تو دشوار نہیں ہے۔[1]

۵۷۔ ایک مسلمان خاندان کی استقامت

عمرو بن جموح ایک پیر سے معذور تھے ان کے چار فرزند تھے جو نہایت بہادر تھے جنگ احد میں پیغمبر اسلامؐ کے ہمرکاب رہے۔ عمرو نے بھی جنگ کے ارادے سے چلنا چاہا تو ان سے کہا گیا کہ تمہارے چار بیٹے جنگ میں شریک ہیں اب مناسب نہیں ہے کہ ایک پیر سے معذور ہونے کے باوجود تم بھی جنگ کے لئے جاؤ تو عمرو نے جواب دیا کیا یہ مناسب ہے کہ میرے چار بیٹے جنت میں چلے جائیں اور میں عورتوں کی طرح گھر میں بیٹھا رہوں؟ یہ کہہ کر جنگ احد کی طرف چل دیئے۔ گھر سے نکلتے وقت دعا کی۔ پروردگارا مجھے اب گھر واپس نہ بھیجنا۔

خدمت رسولؐ میں پہنچے تو آپؐ نے فرمایا کہ خدا نے تم سے احکام جنگ ساقط کر دیئے ہیں عمرو نے عرض کیا مگر میں اب ایک پیر سے معذور ہونے کے باوجود جنت میں جانا چاہتا ہوں، جنگ کے لئے گئے اور جنگ و جدال میں اپنی جان دے دی۔ عمرو کے بعد ان کے بیٹے خلاد نے شہادت پائی پھر ان کے برادر نسبتی عبداللہ بن عمرو بن حزام، سفیان بن عبد الشمس کے ہاتھوں شہید ہوئے۔

یہی عبداللہ جناب جابر انصاری کے والد تھے۔ عمرو بن جموح کی زوجہ ھند جنگ ختم ہونے کے بعد میدان احد میں آئی اور اپنے بھائی عبداللہ بن عمرو بن حزام اور اپنے شوہر عمرو بن جموح اور بیٹے خلاد کی لاش کو اونٹ پر رکھ کر مدینہ لے گئیں۔

---

[1] یہ روایت بحار الانوار جلد ششم اور سوم حضرت عیسیٰؑ، ناسخ التواریخ ۲۹۲ سے نقل کی گئی ہے۔

عائشہ کچھ عورتوں کے ساتھ پیغمبر کی خبر گیری کے لئے آرہی تھیں، راستے میں ھند سے ملاقات ہوئی تو نبی اکرمؐ کے متعلق پوچھا۔ ہند نے کہا خدا کا شکر کہ اس کا رسولؐ سلامت ہے۔ اس کے علاوہ ہر مصیبت ہمارے لئے آسان ہے۔ عائشہ نے پھر پوچھا کہ اونٹ پر کیا ہے؟ تو ھند نے کہا میرے شوہر، بھائی اور بیٹے کے لاشے ہیں ھند جب ریگستان کے آخر میں پہنچی تو اونٹ بیٹھ گیا۔ ھند نے اسے لکڑی اور پتھر سے بھی مارا مگر وہ اپنی جگہ سے نہ اٹھا لیکن جب ھند اسے احد کی طرف ہانکتی تو وہ ہوا کی مانند تیز رفتاری سے قدم آگے بڑھاتا۔ ھند نے پیغمبر اسلامؐ کی خدمت میں حاضر ہوکر تمام واقعہ بیان کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ اونٹ کی یہی ماموریت ہے۔ تم یہ بتاؤ کہ تمہارے شوہر عمرو نے گھر سے نکلتے وقت کیا کہا تھا۔ ھند نے جواب دیا کہ جب وہ گھر سے نکل رہا تھا تو قبلہ کی طرف رخ کرکے کہا (اللّٰھم لا تردنی ...... فی الشھادۃ) خدایا اب مجھے گھر واپس نہ کرنا۔ مجھے شہادت عطا فرما۔ تو پیغمبرؐ نے فرمایا کہ اے انصار! تم میں کچھ ایسے بھی لوگ ہیں جو خدا سے کسی چیز کی خواہش کریں تو وہ رد نہ کرے گا، اور عمرو انہی لوگوں میں سے تھا۔ پھر فرمایا اے ھند! تیرے بھائی عبداللہ کے سر پر فرشتہ اپنے پروں سے سایہ کئے ہوئے ہیں اور دیکھ رہے ہیں کہ عبداللہ کو کہاں دفن کیا جاتا ہے۔ تیرا شوہر، بیٹا اور بھائی جنت میں ایک دوسرے کے دوست ہیں۔ ھند نے کہا یا رسولؐ اللہ! خدا سے دعا کریں کہ میں بھی جنت میں ان لوگوں کے ساتھ رہوں۔

احد میں جہاں عبداللہ اور عمرو کی قبر بنائی گئی تھی وہاں سیلاب آجاتا تھا ایک مرتبہ سیلاب آیا تو دونوں کی قبریں بہہ گئیں۔ لوگوں نے دیکھا کہ عبداللہ کا ایک ہاتھ ان کے زخم پر رکھا ہوا ہے۔ جب ہاتھ زخم سے ہٹایا گیا تو فوراً خون جاری ہوگیا۔ مجبور ہوکر پھر ہاتھ وہیں رکھ دیا گیا۔

جابر کہتے ہیں کہ میں نے چھیالیس سال بعد اپنے والد کا جسم قبر میں دیکھا مگر اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی تھی۔ ایسا معلوم ہو رہا تھا کہ سو رہے ہیں۔ گیاہ حرمل جو ان کی پنڈلیوں پر ڈال دی گئی تھی وہ بھی تازہ تھی۔ میں نے ان کے جسم میں خوشبو لگانا چاہی تو اصحاب نے منع کیا۔[1]

اس موقع پر دو اشعار ملاحظہ ہوں۔

(۱) میخ کی استقامت اور ثابت قدمی سزاوار ہوتی ہے اگر لوگوں کے لیے باعث عبرت بنے۔

(۲) اس کے سر پر جتنی ضربیں لگائی جاتی ہیں اس میں اتنی ہی زیادہ استقامت پیدا ہوتی ہے۔

۵۸۔ استاد ابو الحجاج کون تھے؟

ابو الحجاج اقصری ایک عارف و زاہد استاد تھا۔ لوگوں نے اس سے پوچھا کہ تم نے کس استاد کی شاگردی کی ہے تو ابو الحجاج نے کہا میرا استاد جعل تھا۔[2] لوگوں نے خیال کیا کہ ابو الحجاج نے یہ بات بعنوان مزاح کہی ہے لیکن ابو الحجاج نے کہا کہ میں نے مزاح نہیں کیا ہے تو لوگوں نے کہا تم نے جعل سے کیسے درس حاصل کیا۔ ابو الحجاج نے جواب دیا کہ سردی کے زمانے میں ایک شب میں بیدار تھا تو ایک جعل کو دیکھا وہ پایۂ چراغ پر چڑھنا چاہتا تھا لیکن بار بار گر جاتا۔ میں بیٹھا ہوا شمار

---

[1] فاتح التواریخ۔ جزء اول۔ چاپ مطبوعات دینی ص ۲۲۲ و ص ۳۱۳۔

[2] ایک سیاہ رنگ کا پردار کیڑا ہوتا ہے، جانوروں کے فضلہ پر بیٹھتا ہے۔ فارسی میں اسے سرگین غلطاں کہتے ہیں۔

کر تا رہا تو تمام رات میں وہ سات "سو مرتبہ چڑھا اور گرتا رہا مگر اس نے اپنا ارادہ نہ بدلا۔ یہ دیکھ کر مجھے بہت تعجب ہوا میں نماز صبح پڑھنے کے لئے کمرہ سے باہر گیا پھر جب واپس آیا تو دیکھا وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا اور چراغ کے فتیلہ کے پاس بیٹھا تھا۔ پھر اس سے جو مجھے درس لینا چاہیے تھا، میں نے وہ حاصل کر لیا[1] ۔ اور میں سمجھ گیا کہ ہر کام کرنے کے لئے کوشش اور استقامت ضروری ہے۔

اس موقع پر چند اشعار ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ ایک چشمہ پہاڑ سے نکلا تو اچانک اس کے راستے میں ایک پتھر آگیا۔

۲۔ اس نے اس سخت پتھر سے نرم لہجے میں کہا کہ مہربانی کر کے مجھے تھوڑا سا راستہ دے دیں۔

۳۔ چونکہ فنا اس پتھر کے سر پر منڈلا رہی تھی اس نے چشمہ کو طمانچہ لگا کر کہا کہ یہاں سے دور ہو جا۔

۴۔ مجھے بڑے بڑے دریاؤں کے سیلاب اپنی جگہ سے نہ ہٹا سکے تو کون ہے کہ تیری وجہ سے میں اپنی جگہ چھوڑ دوں۔

۵۔ پتھر کی بات سن کر چشمہ نہ سرد پڑا اور مایوس نہ ہوا بلکہ اپنی کوشش برابر جاری رکھی، پتھر کو اس کی جگہ سے ہٹانا چاہا۔

۶۔ وہ نہایت کوشش جانفشانی کے بعد اپنے مقصد میں کامیاب ہو گیا۔ اور راستہ بنا لیا۔

۷۔ تم بھی اگر کوشش کرو تو ہر چیز حاصل کر سکتے ہو اگرچہ اس کا حاصل ہونا مشکل ہی کیوں نہ ہو۔

---

[1] الکنی۔ ج ۱۔ ص ۲۲۔

۸۔ جاؤ خدا سے امید کے ساتھ اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے رہو، کیونکہ مایوسی کا نتیجہ صرف موت ہی ہے۔

۹۔ اگر تم اپنے کاموں میں استقلال و استقامت سے کام لو تو ہر مشکل آسان ہو جائے گی۔

۵۹۔ مسلمان کو مستقل مزاج ہونا چاہیئے

جن لوگوں نے اسلام قبول کرنے میں سبقت کی ان میں سے عبد اللہ بن حذافہ بھی ہیں وہ حبشہ ہجرت کر گئے رومیوں نے انہیں اور کچھ دیگر مسلمانوں کو گرفتار کر لیا اور مذہب نصرانیت قبول کرنے کو کہا تو انہوں نے انکار کر دیا۔ رومیوں نے ایک دیغ روغن زیتون گرم کر کے ایک مسلمان سے کہا کہ تم مذہب نصرانیت قبول کر لو ورنہ اسی تیل میں ڈال دیئے جاؤ گے مگر اس نے قبول نہ کیا تو رومیوں نے انہیں دیغ میں ڈال دیا تھوڑی دیر میں اس کا جسم جل گیا اور صرف ہڈیاں دکھائی دینے لگیں۔

پھر عبد اللہ سے بھی دین نصرانیت قبول کرنے کو کہا۔ انھوں نے انکار کر دیا لوگوں نے کہا انہیں بھی دیغ میں ڈال دیا جائے یہ سن کر عبد اللہ نے رونا شروع کر دیا، رومیوں میں سے ایک ضعیف نے کہا یہ خوف کی وجہ سے رو رہا ہے لہٰذا اسے نہ ڈالا جائے۔ عبد اللہ نے جواب دیا کہ تم یہ خیال کرتے ہو کہ میں اس گرم روغن زیتون سے ڈر رہا ہوں تو ایسا ہرگز نہیں، بلکہ میں تو اس لئے رو رہا ہوں کہ میرے پاس ایک ہی جسم و روح ہے اور تم مجھ پر ظلم کر رہے ہو۔ کاش! میرے جسم کے بالوں کی برابر میرے جسم و روح ہوتے (یعنی میں بار بار زندہ کیا جاتا اور راہ خدا میں اسی طرح اپنی جان دیتا)، اس وقت تم لوگ مجھے یہ اذیتیں دیتے اور میں خوش ہو کر راہ خدا میں جان دیتا۔

عبداللہ کی گفتگو سن کر رومیوں کو تعجب ہوا اور وہ عبداللہ کو آزاد کرنے کی طرف مائل ہو گئے۔ رومیوں کے سردار نے عبداللہ سے کہا کہ تم میرا سر چوم لو تو میں آزاد کر دوں گا۔ عبداللہ نے انکار کر دیا۔ پھر اس نے کہا تم دین نصرانیت قبول کر لو تو میں اپنی لڑکی کی شادی تمہارے ساتھ کر دوں گا اور اپنی سلطنت کا کچھ حصہ بھی تمہیں دوں گا مگر عبداللہ نے پھر انکار کر دیا تو رومیوں کے سردار نے عبداللہ سے کہا کہ تم میرا سر چوم لو تو میں تمہارے ساتھ اسّی مسلمان قیدیوں کو آزاد کر دوں گا۔ عبداللہ نے کہا کہ اگر تم اسّی مسلمانوں کو آزاد کرنے کا وعدہ کرتے ہو تو میں تمہارا سر چومنے کے لئے تیار ہوں یہ کہہ کر رومیوں کے سردار کا سر چوم لیا تو اس نے عبداللہ کے ساتھ اسّی مسلمانوں کو آزاد کر دیا جب قید سے رہا ہو کر مسلمان مدینے پہنچے اور عمر بن خطاب سے ملے تو عمر نے عبداللہ کا سر چوم لیا۔ اصحاب پیغمبر کبھی کبھی بطور مزاح عبداللہ سے کہتے تھے کہ تم نے کافر کا سر چوما ہے تو وہ جواب میں کہتے کہ خدا نے اسی کے سبب اسّی مسلمانوں کو آزاد کر دیا۔[1]

۶۰- اس میں اتنی طاقت نہ تھی

شیخ بہاء علیہ الرحمہ اپنی کتاب کشکول جلد اول ص۲۲ پر لکھتے ہیں کہ گذشتہ زمانے میں کوہ لبنان پر ایک عابد رہتا تھا وہ دن میں روزے رکھتا (اور شب و روز عبادت کیا کرتا تھا) شام کے وقت ایک روٹی اسے ملتی وہ آدھی روٹی افطار میں کھا لیتا اور آدھی روٹی سحر کے لئے رکھ دیتا تھا ایک مدت تک یہی سلسلہ جاری رہا اور عابد پہاڑ پر ہی زندگی بسر کرتا رہا۔

---

[1] سفینۃ البحار ج ۲، ص۱۲۳۔

اتفاقاً ایک رات اس کے لئے روٹی نہ آئی تو بھوکا پڑا رہا اور بھوک کی وجہ سے اسے نیند بھی نہ آئی۔ نماز کے بعد مسلسل انتظار کرتا رہا کہ معمول کے مطابق اس کے لئے روٹی آئے، مگر اسے کوئی دوسری چیز بھی نہ ملی، تاکہ وہ اسے کھا کر اپنا پیٹ بھر لیتا پہاڑ کے نزدیک ایک قریہ آباد تھا وہاں کے لوگ نصرانی تھے عابد صبح ہوتے ہی پہاڑ سے اتر کر وہاں پہنچا اور ایک نصرانی سے کھانا طلب کیا اس نے عابد کو جو کی دو روٹیاں دے دیں۔ نصرانی کے گھر کے دروازے پر ایک بھوکا کتا بیٹھا تھا وہ عابد کے پیچھے چل دیا اور بھونکنا شروع کر دیا کچھ دور چل کر کتے نے عابد کا دامن پکڑ لیا عابد نے ایک روٹی کتے کے آگے ڈال دی اور خیال کیا کہ وہ اسے کھا کر واپس چلا جائے گا کتے نے وہ روٹی کھالی اور دوبارہ عابد کا دامن پکڑ لیا تو عابد نے دوسری روٹی بھی کتے کو کھلادی مگر وہ پھر بھی واپس نہ گیا اور تیسری مرتبہ عابد کا دامن پکڑ کر پھاڑ دیا عابد نے کہا سبحان اللہ! میں نے اتنا بے شرم کتا نہیں دیکھا۔ تیرے مالک نے مجھے دو روٹیاں دی تھیں جو میں نے تجھے کھلادیں اب تو کیا چاہتا ہے۔ خدا نے کتے کو قوت گویائی دی اور وہ بولا میں بے حیا نہیں ہوں میں اس شخص کے گھر پر ایک مدت سے رہتا ہوں اس کی بکریوں کی حفاظت کرتا ہوں جو کچھ وہ مجھے دیتا ہے میں اسی پر قناعت کر لیتا ہوں کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اسے اپنے لئے بھی کوئی چیز میسر نہیں ہوپاتی تو وہ مجھے بھی کچھ نہیں دیتا۔ اس کے باوجود جب سے میں اس کے گھر پر آیا ہوں واپس نہیں گیا اور اس کے علاوہ کسی سے کوئی چیز نہیں مانگی میری عادت ہے کہ اگر کوئی چیز ملتی ہے تو شکر کرتا ہوں اور اگر کچھ نہیں ملتا تو صبر کر لیتا ہوں لیکن تجھے اگر ایک شب روٹی نہ مل سکی تو برداشت نہ کر سکا اور رزاق عالم کا در چھوڑ کر ایک نصرانی کے سامنے ہاتھ پھیلا دیا، تو نے دوست کو چھوڑ دیا دشمن سے مل گیا

اب بتا کہ بے حیا تو ہے یا میں۔ یہ سن کر عابد اتنا متاثر ہوا کہ اس پر غشی طاری ہو گئی۔[1]

۶۱۔ سخن چین توبہ کرتا ہے

حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ خدا نے موسیٰؑ پر وحی کی کہ تمہارے اصحاب میں سے ایک صحابی تم پر سخن چینی کرتا ہے تم اس سے پرہیز کرنا۔ موسیٰ نے عرض کیا پروردگار! میں اسے نہیں پہچانتا، تو اسے پہچنوا دے خدا نے فرمایا۔ موسیٰ! میں اس کے ایسے سخن چینی کو بہتر نہیں سمجھتا (تو کیسے پہچنواؤں) کیا تم چاہتے ہو کہ میں خود اس پر سخن چینی کروں۔ موسیٰؑ نے عرض کیا پھر میں اسے کیسے پہچانوں؟

وحی ہوئی تم اپنے اصحاب کو دس، دس کے جدا کر دو پھر ان میں قرعہ اندازی کر لو، جن لوگوں میں سے وہ شخص ہو گا تمہیں معلوم ہو جائے گا۔ جناب موسیٰؑ نے یہ کام انجام دیا۔ اس شخص نے جب دیکھا کہ قرعہ درست نکلا ہے اور اس کے رسوا ہونے کا وقت قریب ہے تو اپنی جگہ سے اٹھ کر بولا موسیٰؑ جس شخص کی تمہیں تلاش ہے وہ میں ہوں۔ لیکن خدا کی قسم! اب ایسا کام ہرگز نہ کروں گا۔[2]

جامع السادات جلد دوم صـ۲۴۲ پر یہ روایت اس طرح نقل کی گئی ہے کہ ایک سال بنی اسرائیل میں قحط پڑا حضرت موسیٰ نے چند مرتبہ نماز استسقاء پڑھ کر خدا سے بارش کی دعا کی مگر بارش نہ ہوئی اور موسیٰؑ کو وحی ہوئی کہ تمہارے اصحاب میں ایک شخص غیبت کرتا ہے اور اس پہ اصرار کرتا ہے لہٰذا تمہاری دعا

---

[1] کشکول۔ شیخ بحار۔ ج اول۔ صـ۳۴

[2] بحار الانوار۔ طبع اخوندی جلد ۱۳۔ صـ۳۵۲

قبول نہیں کروں گا، موسیٰؑ نے عرض کیا وہ کون شخص ہے؟ خدا نے ارشاد فرمایا۔ موسیٰؑ! میں غیبت سے لوگوں کو منع کرتا ہوں تو خود کیسے غیبت کروں تم اپنے اصحاب سے کہو کہ سب توبہ کریں تاکہ ان کی دعا قبول ہو سکے، لوگوں نے توبہ کی تو خدا نے پانی برسایا۔

۶۲۔ قیامت میں غیبت کی سزا

شیخ بہائی علیہ الرحمۃ اپنی کتاب کشکول جلد اول ص۱۹۳ پر لکھتے ہیں کہ ایک روز ایک جگہ میرا ذکر ہوا تو حاضرین میں سے ایک شخص جو مجھ سے دوستی و محبت کا جھوٹا دعویٰ کرتا تھا میری غیبت کرنے لگا اور غیر مناسب باتیں میری طرف منسوب کرنے لگا۔ اس کے پیش نظر خداوند عالم کا یہ قول نہ تھا (ایحب... اخیہ میتا) یعنی کیا تم لوگ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھانا پسند کرتے ہو؟ اگر پسند نہیں کرتے تو غیبت بھی نہ کرو۔ جب اسے یہ معلوم ہوا کہ مجھے تمام واقعہ کی اطلاع مل چکی ہے تو اس نے بہت طولانی خط مجھے لکھا اس میں میری رضایت اور اپنے لئے معافی چاہی۔ میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ تم نے میرے پاس جو ہدیہ بھیجا ہے۔ خدا تمہیں اس کا بدلہ دے کیونکہ تمہارے ہدیہ سے قیامت میں میری نیکیوں کا پلہ بھاری رہے گا (فقد روینا ...... انت منہ بریٔ) حضرت رسول اکرمؐ سے روایت ہے آپؐ نے فرمایا روز قیامت ایک شخص کو مقام حساب میں لایا جائے گا تو اس کے نیک اعمال میزان کے ایک طرف اور برے اعمال دوسری طرف رکھ دیئے جائیں گے اس کے گناہوں کا پلہ وزنی ہوگا اس وقت ایک ورق کاغذ اس کی نیکیوں کی طرف رکھ دیا جائے گا فوراً اس کے اچھے اعمال برے اعمال سے زیادہ ہو جائیں گے تو وہ عرض کرے گا پروردگار! میرے تمام نیک اعمال

تو میزان میں موجود تھے یہ ورق کیسا ؟ میں نے تو ایسا کوئی عمل انجام نہیں دیا ہے۔ جواب آئے گا کہ یہ اس کا بدلہ ہے جو لوگوں نے تمہاری غیبت کی تھی۔

یہ حدیث مجھے (یعنی شیخ بہائی کو) تمہارا شکریہ ادا کرنے کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ کیونکہ تم نے مجھے ایک چیز دی ہے حالانکہ اگر تم میرے سامنے ایسا کوئی کام یا اس سے بھی بدتر کرتے تو میں تمہیں کوئی جواب نہ دیتا بلکہ معاف کر دیتا۔ اور اس چند روزہ زندگی میں بھی تیرے ساتھ وفا کرتا۔ اس کے بعد انہوں نے اپنے یہ اشعار لکھے۔

ترجمہ :۔ ۱۔ ہماری تو عادت کسی کو ستانے کی نہیں ہے لیکن اگر ہمیں کوئی ستائے جب بھی ہم کسی سے نہیں کہتے ہیں۔

۲۔ اور اگر ہماری بنیاد صبر سے دھواں نکلنے لگے تو ہماری فریاد سے آگ نہ برسے گی۔

۳۔ ورنہ ہم شوریدہ خاطر ایک ہی سجدہ میں ظالم کی بنیادیں منہدم کر سکتے ہیں۔

۴۔ اگر باد سحر کو ہم اجازت دے دیں تو دیکھتے ہی دیکھتے پوری دنیا کو زیروزبر کر دیں۔ (شیخ بہاء علیہ الرحمۃ)

۶۳۔ ہم اپنے بھائیوں کا گوشت نہ کھائیں

پیغمبر اکرمؐ نے ایک روز حکم دیا کہ سب مسلمان روزہ رکھیں اور جب تک اجازت نہیں دی جائے افطار نہ کریں۔ شام کو ایک شخص نے آکر عرض کیا یا رسول اللہ ! ہم اب تک روزہ سے تھے کیا اب افطار کر سکتے ہیں ؟ جو پوچھتا آنحضرتؐ افطار کی اجازت دے دیتے تھے۔

ایک شخص نے آکر عرض کیا کہ میرے خاندان کی دو لڑکیوں نے روزہ

رکھا ہے لیکن انہیں آپ کے پاس آتے ہوئے شرم محسوس ہوتی ہے آپؐ انہیں افطار کی اجازت دیتے ہیں؟ یہ سن کر رسول اسلامؐ نے اس کی طرف سے رُخ موڑ لیا اس نے دوسری مرتبہ پھر عرض کیا مگر آپ نے پھر بھی توجہ نہیں کی جب اس شخص نے تیسری مرتبہ عرض کیا تو آپ نے فرمایا تم مجھ سے اجازت مانگ رہے ہو؟ وہ روزہ سے ہی نہیں تھیں، جو صبح سے برابر لوگوں کا گوشت کھا رہا ہو وہ کیسے روزہ سے رہ سکتا ہے؟ جاؤ ان سے کہہ دو کہ اگر روزہ سے تھیں تو قے کریں۔

اس شخص نے واپس آکر پیغمبر اسلامؐ کا حکم پہنچا دیا لڑکیوں نے جب قے کی تو دونوں کے منہ سے گوشت کے ٹکڑے نکلے اس شخص نے واپس آکر پیغمبر اسلام سے واقعہ بیان کیا حضورؐ نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اگر وہ ٹکڑے ان کے شکم میں رہ جاتے تو آتش جہنم انہیں گھیر لیتی۔ [1]

۶۴۔ اس نے غیبت کرنے والے کو سزا دی

حضرت صادقؑ نے فرمایا کہ ایک شخص نے امام زین العابدین علیہ السلام سے عرض کیا کہ فلاں شخص کچھ ناجائز باتیں آپ کی طرف منسوب کرتا ہے کہہ رہا تھا کہ آپؑ دین میں بدعت قائم کرتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں۔ امامؑ نے فرمایا تم نے اس کی ہمنشینی کا حق ادا نہ کیا کیونکہ اس کی باتیں مجھ سے بیان کر دیں اور میرا بھی حق ادا نہ کیا کیونکہ میں جو باتیں اپنے ایک بھائی کے متعلق نہیں جانتا تھا وہ تم نے مجھ سے بیان کر دیں، ہم دونوں ایک روز مر جائیں گے اور محشر میں ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے تو خدا سوال کرے گا کہ تم نے کیوں غیبت کی؟ تم

---

[1] کشف الریبہ شہید علیہ الرحمہ ص۲۵۔

غیبت سے بچتے رہو۔ غیبت جہنم کے کتوں کی غذا ہے۔ ضمناً تمہیں اس بات کی طرف بھی متوجہ رہنا چاہیئے کہ جو لوگوں کے عیوب زیادہ بیان کرتا ہے وہ اپنے عیوب لوگوں میں بہت زیادہ تلاش کرتا ہے۔

علقمہ کہتے ہیں میں نے امام جعفر صادق علیہ اسلام سے عرض کیا کہ کس شخص کی گواہی قبول ہو سکتی ہے اور کس کی قبول نہیں؟ آپ نے فرمایا کہ جو فطرت اسلام رکھتا ہو اس کی گواہی قبول ہو سکتی ہے۔ تو میں نے پوچھا کہ جو لوگ گناہوں سے نزدیک ہوں ان کی گواہی قبول ہو سکتی ہے؟

امام نے فرمایا۔

علقمہ! اگر ان لوگوں کی شہادت قبول نہ ہو تو انبیاء و اوصیاء کے علاوہ کسی کی شہادت قبول نہ ہونی چاہیئے کیونکہ وہ فقط معصوم ہیں۔ جس شخص کو تم اپنی آنکھوں سے گناہ کرتے ہوئے نہ دیکھو یا اس کے گناہ کی دو عادل گواہی نہ دیں وہ صاحب عدالت ہے اور اس کی گواہی بھی قبول ہو گی۔ اس کے رموز و اسرار کو پوشیدہ رکھنا چاہیئے اگرچہ وہ خدا کا معصیت کار ہو۔ جو شخص، ایسے شخص کی غیبت کرے تو جو چیز اس میں پائی جاتی ہے اس کے سبب زمعھ... .... الشیطان) وہ خدا کی دوستی سے خارج ہو جاتا ہے اور شیطان کی دوستی میں داخل ہو جاتا ہے۔

میرے والد ماجد نے اپنے آباء اجداد سے اور انھوں نے پیغمبر اسلامؐ سے نقل فرمایا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ جو شخص کسی مومن کی غیبت کرتا ہے تو خدا انقطعت .... النصیر) عصمت ایمان کو جو کہ مومنین کے حقوق کی محافظ ہے ان دونوں کے درمیان سے ختم کر دیتا ہے اور غیبت کرنے

والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا۔ [1]

۶۵۔ خدا کے علاوہ کسی پر بھروسہ نہ کرو

حضرت صادق آل محمدؑ نے فرمایا کہ جب جناب یوسفؑ کو قید کر دیا گیا تو خدا نے ان پر تعبیر خواب بذریعہ الہام فرما دی تھی۔ جناب یوسفؑ لوگوں کو خواب کی تعبیر بتاتے تھے جس روز جناب یوسف گرفتار ہوئے تھے اسی روز دو جوان بھی گرفتار کیے گئے تھے دوسرے روز صبح کو انہوں نے یوسفؑ کے پاس آکر عرض کیا ہم نے رات خواب دیکھا ہے ہمیں تعبیر بتائیے۔ جناب یوسفؑ نے پوچھا تم نے کیا دیکھا؟

ایک نے کہا میں نے دیکھا ہے کہ تھوڑی روٹی میں اپنے سر پہ رکھ کر لے جا رہا ہوں اور اسے پرندے کھا رہے ہیں۔ دوسرے نے کہا میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ انگور نچوڑ رہا ہوں۔ جناب یوسفؑ نے ان دونوں کے جواب میں فرمایا میں ایسی تعبیر بیان کروں گا کہ کھانا کھانے سے پہلے اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی

تم میں سے ایک تو بادشاہ کا ساقی بنے گا اور اسے شراب پلائے گا لیکن دوسرا تختۂ دار پہ لٹکا دیا جائے گا۔ پرندے اس کے سر پہ بیٹھ کر اس کا مغز کھانے لگے۔ جس سے جناب یوسفؑ نے کہا تھا کہ تجھے دار پہ لٹکایا جائے گا اس نے کہا میں نے تو کوئی خواب نہیں دیکھا ہے۔ آپ سے یوں جھوٹ کہہ دیا تھا۔ جناب یوسفؑ نے فرمایا کہ تو نے جو کچھ پوچھ لیا وہ گذر چکا۔ اب جھوٹ اور سچ اس میں فائدہ نہیں رکھتا۔ میں نے جو کچھ بیان کر دیا وہی ہو گا۔ ثم قال۔۔ عند ربک

---

[1] بہار۔ جلد ۱۶ صفحہ ۱۸۶ - ۱۸۵

پھر جس شخص کے آزاد ہونے کی امید تھی جناب یوسفؑ نے اس سے کہا کہ بادشاہ سے میرا بھی تذکرہ کرنا لیکن وہ وسوسۂ شیطانی کے سبب بھول گیا اور یوسفؑ کا تذکرہ بادشاہ سے نہ کیا۔ سات سال مزید قید میں رہے کیونکہ اس وقت وہ اپنے پروردگار کی طرف متوجہ نہ ہوئے اور دوسرے پہ اعتماد کیا۔ خدا نے یوسفؑ کو وحی کی کہ تمہیں وہ خواب کس نے دکھایا تھا؟ اور کس نے تمہاری محبت یعقوبؑ کے دل میں جاگزیں کر دی تھی۔ جناب یوسفؑ نے عرض کیا پروردگارا! وہ تیری ہی ذات ہے۔ خدا نے پھر فرمایا کہ اس قافلہ کو کنوئیں کے پاس کس نے بھیجا؟ اور تمہیں وہ دعا کس نے بتائی جس کے سبب تم کنوئیں سے باہر نکلے؟ یوسفؑ نے جواب دیا خدایا تیری ذات ہے۔ خدا نے پوچھا یوسف! جب لوگوں نے تمہیں زلیخا کے بارے میں تہمت لگائی تو کس نے بچے کو زبان عطا کر کے تمہیں نجات دلائی؟ یوسف نے کہا معبود تو نے ہی یہ کام بھی انجام دیا۔ خدا نے پھر پوچھا کہ تمہیں عزیز مصر کی بیوی اور دوسری تمام عورتوں کے مکر و کید سے کس نے بچایا؟ یوسفؑ نے کہا تو نے رقال نحکیف...... السجن، خدا نے فرمایا کہ اس وقت تم نے دوسروں سے کیوں پناہ مانگی۔ مجھ سے کیوں درخواست نہ کی تاکہ میں تمہیں زندان سے رہا کر دیتا۔ تم نے میرے ایک بندے سے خواہش کی کہ وہ ایک ایسے شخص سے جو میرے اختیار میں ہے تمہارے سفارش کرے۔ تم نے چونکہ ایک بندے کو دوسرے بندے کے پاس بھیجا ہے لہٰذا اب مزید سات سال تک قید میں رہو۔ [1]

جناب یوسفؑ نے اپنے بھائی بنیامین کو قید کرا دیا تو جناب یعقوبؑ نے خط لکھا اور خواہش کی کہ وہ بنیامین کو آزاد کر دیں اس خط میں فراق یوسفؑ میں

---

[1] بحار الانوار۔ ج ۱۲ ص ۳۰۲ تفسیر صافی ص ۲۳۸۔

رنج و غم میں مبتلا ہونے کی شکایت لکھی جب پسران یعقوبؑ وہ خط لے کر مصر کی طرف چلے گئے تو جبرئیلؑ نے آکر یعقوبؑ سے فرمایا کہ تمہارا پروردگار کہتا ہے جن مصیبتوں کی شکایت تم نے عزیز مصر کو لکھی ہے تمہیں کس نے ان مصائب میں مبتلا کیا؟ یعقوبؑ نے کہا کہ خدایا تو نے ہی تنہا مجھے اس مصیبت میں مبتلا کیا ہے۔ خدا نے فرمایا کیا میرے علاوہ بھی کوئی تمہاری پریشانیاں دور کر سکتا ہے یعقوبؑ نے کہا نہیں۔ تو خدا نے کہا پھر تم نے اپنی مصیبتوں کی شکایت دوسرے سے کیوں کی۔ تمہیں ایک بندے سے شکایت کرتے ہوئے شرم نہ محسوس ہوئی۔ یعقوبؑ نے کہا خدایا میں استغفار کرتا ہوں۔ وحی ہوئی کہ جو مصیبتیں تمہیں اٹھانا تھیں وہ اٹھا چکے لیکن اگر ابتدائے مصائب میں ہی تم میری طرف متوجہ رہتے اور استغفار کرتے تو حالانکہ میں نے یہ سب کچھ تمہارے لئے معین کر دیا تھا، تو معاف کر دیتا لیکن شیطان نے تمہیں میری یاد سے غافل رکھا۔ یعقوبؑ! میں یوسف اور اس کے بھائی کو تم سے ملادوں گا تمہاری دولت اور طاقت جسمانی جو کم ہوگئی ہے پھر واپس دے دوں گا۔ تمہیں قوت بصارت بھی عطا کروں گا یہ سب کچھ تو صرف ایک تنبیہہ تھی۔[1]

۶۶۔ ہمیں مصیبت کے وقت کس سے پناہ مانگنا چاہیئے

محمد بن عجلان کہتے ہیں میں ایک مرتبہ بہت زیادہ تنگ دستی میں مبتلا ہو گیا ایسے وقت میں دوست بھی گریز کرنے لگتے ہیں میں کافی رقم کا مقروض بھی تھا اور لوگ برابر اپنا پیسہ مانگتے تھے مدینے کا حاکم اس وقت حسن بن زید تھا

---

[1] بہار۔ ج ۱۲۔ ص ۳۱۷۔

ایک روز میں اس سے مالی امداد حاصل کرنے کی غرض سے گھر سے نکلا۔ راستے میں میری ملاقات محمد بن عبداللہ بن علی بن الحسینؑ سے ہو گئی۔ انہیں میری تنگ دستی کی اطلاع مل چکی تھی انہوں نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا میں جانتا ہوں کہ تم کس مقصد سے گھر سے نکلے ہو، لیکن یہ بتاؤ کہ کس کے پاس اپنی مصیبتوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے جا رہے ہو۔ انہوں نے کہا حسن بن زید، حاکم مدینہ کے پاس جا رہا ہوں محمد بن عبداللہ نے کہا اگر تم وہاں جا رہے ہو تو تمہاری حاجت پوری نہیں ہو گی تم اس ذات سے اپنی حاجت طلب کرو جو کریم ترین ہے اور اس امر پر اسے قدرت بھی حاصل ہے جو کچھ تمہیں مانگنا ہے اسی سے مانگو۔ میں نے اپنے چچازاد بھائی امام جعفر صادق علیہ السلام سے اور انہوں نے اپنے آباء و اجداد سے اور انہوں نے پیغمبر اسلام سے نقل کیا ہے کہ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ خدا نے ایک نبی پر وحی کی کہ (وعزتی وجلالی ۔۔۔۔۔ لم ییاسًا) میری عزت و جلالت کی قسم! جو میرے علاوہ کسی اور سے امید لگائے گا اسے ناامید رکھوں گا اور اسے ذلت اور خواری کا لباس جہنم میں پہناؤں گا اپنی عطا و بخشش سے دور رکھوں گا میرا بندہ مصیبت میں دوسروں سے امید رکھے حالانکہ مصیبتیں میرے ہاتھ میں ہیں؟ یا دوسروں سے دل بستگی کرے۔ حالانکہ میں بے نیاز اور کریم ہوں۔ تمام بند دروازوں کی کنجیاں میرے ہاتھ میں ہیں لیکن جو مجھے پکارتا ہے اس کے لئے میرا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ کیا لوگ نہیں جانتے کہ اگر ان پر کوئی مصیبت آ جائے تو میرے علاوہ اسے کوئی دور نہیں کر سکتا آخر کیوں میرے علاوہ کسی دوسرے سے امید رکھتا ہے حالانکہ میں نے اپنی عطا و بخشش سے اسے مانگنے سے پہلے ہی عطا کیا اب وہ مجھ سے روگرداں ہو گیا اور التماس نہیں کرتا بلکہ دوسرے لوگوں سے درخواست کرتا ہے میں اس کا پروردگار ہوں

اسے مانگنے سے پہلے ہی دے دیتا ہوں تو کیا اگر وہ سوال کرے تو کیا میں نہ دوں گا؟ اس میں اشتباہ کیا ہے کیا دنیا و آخرت کی سخاوتیں میرے ہی ہاتھ میں ہیں؟ اگر ساتوں آسمانوں اور زمین کے رہنے والے تمام لوگ اگر مجھ سے کچھ مانگیں اور میں ان کی تمام حاجتیں پوری کر دوں تو پر مگس کی برابر میری حکومت و اقتدار میں کمی واقع نہیں ہو سکتی۔ اس ملک میں کیسے کمی واقع ہو سکتی ہے جس کا میں مالک ہوں۔ وہ شخص بدبخت ہے جو میری نافرمانی کرے اور پھر مجھ سے معذرت نہ چاہے۔

۶۷۔ ہمیں صرف خدا سے مدد مانگنا چاہیئے

جب قوم نمرود نے بتوں کو گرانے کے جرم میں جناب ابراہیمؑ کو گرفتار کر لیا تو نمرود نے آپؑ کی سزا کے متعلق لوگوں سے مشورہ کیا سب نے کہا (حرقوہ .... فاعلین) ابراہیم کو آگ میں جلا دو اور اپنے خداؤں کی مدد کرو۔ نمرود کو یہ رائے پسند آئی۔ ابراہیم کو قید کر دیا گیا تا کہ آگ جلانے کے وسائل اور مقدمات فراہم ہو سکیں۔ ایک مدت تک قوم نمرود نے لکڑیاں جمع کیں حضرت ابراہیم کو نذر آتش کرنا ان کی نظر میں اتنا زیادہ اہم تھا کہ اگر کوئی مریض ہو جاتا تو وصیت کرتا تھا کہ اس کے مال سے فلاں مقدار میں حضرت ابراہیم کو جلانے کے لئے ایندھن خرید دیں یا عورتیں اون بنائیں تو اس کا پیسہ آگ جلانے کے منتظم کو دے دیتی تھیں۔ انہوں نے اتنی زیادہ آگ جلائی کہ پرندہ بھی اس کے اوپر سے نہیں گذر سکتا تھا۔

(نمرود کے حکم سے) لوگوں نے ایک بلند عمارت بنائی تا کہ نمرود اس پر بیٹھ کر ابراہیم کو آگ میں جلتے ہوئے دیکھ سکے۔ جب کوفہ کے قریب نہر کوثا

کے کنارے آگ جلائی گئی اور اس کے شعلے بلند ہوئے تو حرارت اتنی زیادہ بڑھ گئی کہ خود وہ لوگ ابراہیم کو آگ میں ڈالنے سے عاجز ہو گئے۔

شیطان نے انہیں بتایا کہ ایک منجنیق بنائیں اور اس کے ذریعے ابراہیم کو آگ میں ڈال دیں لوگوں نے ابراہیمؑ کو آگ میں ڈال دیا۔ نمرود اپنی جگہ بیٹھا ہوا دیکھ رہا تھا۔ پوری کائنات میں ہلچل مچ گئی۔ دنیا کی ہر شے زبان حال سے خدا کی بارگاہ میں شکوہ کر رہی تھی زمین نے کہا خدایا! حضرت ابراہیمؑ کے سوا مجھ پہ تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہے۔ تجھے پسند ہے کہ انہیں آگ میں جلا دیا جائے؟ ملائکہ نے عرض کیا پروردگار! تیرے خلیل کو لوگ آگ میں ڈال رہے ہیں؟ خدا نے جواب دیا کہ اگر وہ مجھے پکارے گا تو میں حاجت روائی کروں گا جبرئیلؑ نے عرض کیا خدایا! ابراہیمؑ کے علاوہ روئے زمین پہ تیری عبادت کرنے والا نہیں ہے۔ لوگ اسے آگ میں ڈال رہے ہیں۔ جواب ملا خاموش ہو جا۔ جو بندہ تیری طرح مرے میں بلا تاخیر جس وقت چاہوں اسے نجات دوں۔ مجھے پکارو تو میں اس کا جواب دوں گا۔

اس وقت جبرئیلؑ نے آکر ابراہیم سے کہا ابراہیم! تمہاری کوئی حاجت ہے؟ ابراہیمؑ نے جواب دیا (اما ...... الوکیل) مجھے تم سے کوئی حاجت نہیں، خدا ہی میرے لئے کافی ہے اور وہ ہی میرا مددگار ہے۔

میکائیلؑ نے آکر عرض کیا ابراہیم میرے اختیار میں پانی ہے اس کے ذریعے آگ بجھا دوں؟ ابراہیم نے کہا نہیں۔ ہوا پہ معمور فرشتے نے آکر کہا ابراہیم اگر کہو تو ابھی ایک طوفان آجائے اور یہ تمام آگ پراگندہ ہو جائے۔ ابراہیم نے کہا نہیں، پھر جبرئیلؑ نے عرض کیا ابراہیم! خدا سے التماس کرو کہ وہ تمہیں نجات دے (رفقال ...... بحالی) ابراہیم نے کہا میرے لئے یہی کافی ہے کہ وہ مجھے

اس حالت میں دیکھ رہا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ ابراہیم نے دست نیاز بلند کر کے کہا ر یا اللہ.... برحمتک) تو خدا نے آگ سے فرمایا (کونی بردا) اے آگ ٹھنڈی ہو جا۔ آگ اتنی ٹھنڈی ہو گئی کہ سردی کی وجہ سے ابراہیم کے دانت بجنے لگے۔ خدا نے پھر فرمایا (سلاما علی ابراہیم) ابراہیم کے لئے باعث سلامتی بن جا۔ تو آگ معتدل حالت میں سرد ہو گئی جبرئیل آگ میں آکر ابراہیم سے گفتگو کرنے لگے۔ نمرود نے دیکھا ابراہیم بیٹھے ہوئے اطمینان کے ساتھ ایک آدمی سے گفتگو کر رہے ہیں (فنظر ابراہیم........ ابراہیم) [1]

یہ دیکھ کر نمرود نے کہا اگر کوئی کسی کو اپنا معبود بنانا چاہے تو وہ ابراہیمؑ کے خدا کو اپنا پروردگار بنالے۔

۶۸۔ حضرت موسیٰ نے پتھر میں کیا دیکھا؟

ایک روز ملک الموت جناب موسیٰؑ کے پاس آئے۔ ملک الموت کو دیکھتے ہی جناب موسیٰؑ نے پوچھا تم کیوں آئے ہو۔ مجھ سے ملاقات کرنا چاہتے ہو یا میری روح قبض کرنے کے لئے آئے ہو؛ ملک الموت نے جواب دیا آپ کی روح قبض کرنے کے لئے آیا ہوں۔ جناب موسیٰؑ نے اپنی والدہ اور بچوں سے رخصت ہونے کی اجازت چاہی۔ ملک الموت نے کہا مجھے اتنی مہلت کی اجازت نہیں دی گئی ہے جناب موسیٰؑ نے ایک سجدہ کرنے کی مہلت

---

[1] اس داستان میں چند روایات سے استفادہ کیا گیا۔ بحار ج ۱۲ ص ۲۴-۳۴ (باب فرود آمدن ملائکہ برای نجات ابراہیم) سفینہ ج ۲ ص ۱۸۳۔

مانگی ملک الموت نے اجازت دے دی تو جناب موسیٰؑ نے سجدہ میں جا کر عرض کیا پروردگارا! ملک الموت کو حکم دے کر وہ مجھے میری والدہ اور بچوں سے ملنے کی اجازت دے دے۔ خدا نے عزرائیل کو حکم دیا کہ موسیٰؑ کی روح قبض کرنے میں تاخیر کرے تاکہ وہ اپنے بچوں اور والدہ سے ملاقات کر سکے۔ جناب موسیٰؑ نے اپنی والدہ کے پاس آکر عرض کیا کہ مادر گرامی! مجھے بخشش دیں۔ مجھے ایک سفر درپیش ہے۔ مادر موسیٰؑ نے پوچھا کہاں کا سفر ہے؟ کہا سفر آخرت۔ مادر موسیٰؑ نے رونا شروع کر دیا جناب موسیٰ اپنی والدہ سے رخصت ہو کر اپنی بیوی بچوں کے پاس آئے اور ان سب سے بھی رخصت ہوئے۔ جناب موسیٰ اپنے چھوٹے بچے سے بہت محبت رکھتے تھے۔ اس نے جناب موسیٰ کا دامن پکڑ کر زار و قطار رونا شروع کر دیا تو حضرت موسیٰ سے بھی برداشت نہ ہو سکا چنانچہ وہ بھی گریہ کرنے لگے خدا نے پوچھا موسیٰ! تم ہمارے پاس آتے وقت اتنا زیادہ کیوں رو رہے ہو؟ موسیٰ نے عرض کیا پروردگارا! میں اپنے بچے کی وجہ سے رو رہا ہوں کیونکہ ان سے بہت محبت کرتا ہوں تو خدا نے فرمایا موسیٰ! اپنا عصا دریا پہ مارو۔

جناب موسیٰ نے دریا پر عصا مارا تو شگاف پیدا ہو گیا اور ایک سفید پتھر دکھائی دینے لگا جناب موسیٰ نے دیکھا پتھر میں ایک چھوٹا سا کیڑا ہے اور اس کے منہ میں سبز پتہ ہے۔ کیڑا اس پتے کو کھا رہا ہے۔ وحی ہوئی موسیٰ! اس دریا کے اندر پتھر کے درمیان رہنے والے اس چھوٹے کیڑے کو میں فراموش نہیں کرتا تو کیا تمہارے بچوں کو بھول سکتا ہوں۔ مطمئن رہو میں ان کی بہترین حفاظت کرنے والا ہوں۔ موسیٰ نے ملک الموت سے کہا تم اپنا کام انجام دو۔ ملک الموت نے جناب موسیٰ کی روح قبض کر لی۔[1]

---

[1] شجرۂ طوبیٰ۔ ص ۲۳۹۔

۶۹۔ علاج بھی اور توکل بھی

جناب موسیٰ بن عمران بیمار پڑے تو بنی اسرائیل ان کی عیادت کے لئے گئے لوگوں نے ان کے مرض کی تحقیق کے بعد کہا اگر فلاں گھاس سے آپ اپنا علاج کریں تو مرض دور ہو جائے گا (قال لا اتداوی...... بغیر دوا) جناب موسیٰ نے فرمایا میں دوا استعمال نہ کروں گا خدا مجھے بغیر دوا کے نجات دے گا۔ جناب موسیٰ ایک مدت تک مریض رہے۔ پھر وحی ہوئی کہ میری عزت و جلالت کی قسم میں اس وقت تک تمہیں شفا نہ دوں گا جب تک کہ تم اس دوا کے ذریعے جو بنی اسرائیل نے بتائی ہے۔ اپنا علاج نہ کرو گے۔

جناب موسیٰ نے لوگوں کو بلا کر وہ دوا منگوائی۔ علاج کے کچھ ہی دن بعد موسیٰ کو شفا مل گئی۔ مگر وہ اپنے قول پر دل ہی دل میں خدا سے ڈر رہے تھے تو خدا نے فرمایا (اردت...... منافع الاشیاء) موسیٰ کیا تم اپنے توکل کے سبب میری مخلوق کے رموز و اسرار کو ختم کرنا چاہتے ہو؟ میرے علاوہ کس نے یہ جڑی بوٹیوں کے فائدے اس گیاہ میں قرار دیئے ہیں۔[1]

۷۰۔ جو لوگ خدا پر بھروسہ کرتے ہیں

احنف بن قیس نے کہا کہ ایک روز میں نے اپنے چچا صعصعہ سے اپنا درد دل بیان کیا تو اس نے میری بہت سرزنش کی اور کہا بیٹا اگر کسی مصیبت کے وقت تم نے اپنے حالات کسی شخص کو سنائے تو دو حال سے خالی نہیں یا تو وہ شخص تمہارا

---

[1] جامع السعادات ج ۳، ص ۲۲۴۔

دوست ہو گا تو سن کر رنجیدہ ہو گا یا دشمن ہو گا تو سن کر خوش ہو جائے گا۔ اپنی پریشانی مخلوق کے سامنے بیان نہ کرو وہ تو خود ہی اسے برطرف کرنے کی قدرت نہیں رکھتی بلکہ جس نے تمہیں اس پریشانی میں مبتلا کیا ہے اس سے شکایت کرو اور وہی تمہاری پریشانی دور کر سکتا ہے۔ بیٹا چالیس سال سے میری ایک آنکھ سے کچھ دکھائی نہیں دیتا لیکن میں نے کسی سے بیان نہیں کیا۔ یہاں تک کہ میری بیوی بھی نہیں جانتی کہ میری ایک آنکھ خراب ہے۔ [۱]

۱۷۔ عمل میں خلوص

جب عمرو بن عبدود جو کہ ایک ہزار مردان جنگ کے برابر سمجھا جاتا تھا جنگ احزاب میں مبارز طلب کر رہا تھا تو اس سے مقابلے کے لئے مسلمانوں میں کوئی جرأت نہیں کر رہا تھا۔ یہاں تک کہ حضرت علیؑ خدمت پیغمبر اسلامؐ میں آئے اور جنگ کی اجازت چاہی پیغمبرؐ نے فرمایا (ھذا عمرو بن عبدود) یہ عمرو بن عبدود ہے۔ علیؑ نے عرض کیا (وانا علی بن ابی طالب) میں بھی علی بن ابی طالب ہوں جب علیؑ میدان جنگ کی طرف عمرو کے مقابلے کے لئے چلے تو حضرت رسول اکرمؐ نے فرمایا (برز الاسلام کلہ الی الکفر کلہ) تمام اسلام تمام کفر کے مقابل ہے اور اسی وجہ سے جنگ احزاب میں رسولؐ نے فرمایا (ضربۃ علی (ع) یوم الخندق افضل من عبادۃ الثقلین) جنگ خندق میں علی کی ایک ضربت جن و انس کی عبادت سے زیادہ بہتر ہے۔ کیونکہ تمام مسلمین اور اسلام اسی ضربت کے ممنون کرم ہیں جس کے ذریعے علیؑ نے عمرو بن عبدود پر فتح پائی۔

---

[۱] الکنی والالقاب ج ۲۔ ص ۱۳

اس حساس ترین موقع پر علیؑ نے جب عمرو کو زیر کیا اور اس کے سینہ پہ سوار ہوئے تو مسلمان چلانے لگے اور رسول اسلامؐ سے کہہ رہے تھے کہ یا رسول اللہ! علیؑ سے کہئے کہ عمرو کو قتل کرنے میں جلدی کریں۔

اور پیغمبرؐ فرماتے تھے کہ علیؑ کو ان کی مرضی کے مطابق جنگ کرنے دو۔ وہ اپنے کاموں میں دوسروں سے زیادہ دانا اور بافہم ہیں جب علیؑ نے عمرو کا سر جدا کر دیا تو پیغمبر اکرمؐ کی خدمت میں لائے۔ آنحضرتؐ نے پوچھا۔ علی! تم نے عمرو کا سر جدا کرنے میں کیوں توقف کیا؟ علیؑ نے عرض کیا۔ یا رسولؐ اللہ! جب میں نے اسے زمین پر گرا دیا تو اس نے میرے ساتھ بے ادبی کی، تو مجھے غصہ آ گیا۔ لہٰذا میں اس بات سے ڈرا کہ اگر میں اسے اس حال میں قتل کر دوں تو ایسا نہ ہو کہ میرا یہ عمل تسلی خاطر اور تشفیٔ نفس کے لئے ہو۔ چونکہ اس نے میرے ساتھ بے ادبی کی تھی لہٰذا میں کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ میرا غصہ ختم ہو گیا تو میں نے اطاعت و رضائے الٰہی کی خاطر اس کا سر جدا کر دیا۔ [1]

۷۔ عمل خالص کا اثر

بنی اسرائیل کے بعض لوگ ایک درخت کی کچھ مدت سے عبادت کر رہے تھے، اس درخت کے قریب ہی ایک عابد رہتا تھا۔ ایک روز اس نے ایک تیر اٹھایا اور درخت کاٹنے کے لئے گیا۔ راستے میں اسے شیطان ملا اور کہا تم ایسا کام کیوں کرنا چاہتے ہو جس سے تمہارا کوئی فائدہ نہ ہو اور ایک بے فائدہ کام کے لئے تم نے عبادت چھوڑ دی ہے۔ شیطان عابد کو مستقل ورغلا رہا تھا۔ آخر کار فساد کی

---

[1] انوار النعمانیہ۔ (عین الحیوٰۃ۔ علامہ مجلسی)

نوبت آگئی۔ عابد اور شیطان نے ایک دوسرے کا گریبان پکڑ لیا۔ لیکن عابد نے جلد ہی شیطان پر غلبہ پا لیا اور اس کے سینہ پر چڑھ گیا۔

شیطان نے کہا تم مجھے چھوڑ دو میں تمہیں ایک مشورہ دوں گا اگر تمہیں پسند نہ آیا تو جو تمہارا دل چاہے وہ کرنا۔ عابد نے کہا۔ کیا مشورہ دینا چاہتا ہے؟ شیطان نے کہا چونکہ تو ایک حاجت مند آدمی ہے۔ لہٰذا میں روزانہ تیرے لئے دو دینار لایا کروں گا تاکہ تیرے اخراجات میں کوئی پریشانی نہ ہو اور دوسرے حاجت مند افراد پر بھی تو اتفاق کر سکے۔ درخت کاٹنے سے اس مشورہ کو قبول کرنا تمہارے لئے زیادہ مناسب ہے۔ اگر تم اس بات پر راضی ہو تو تمہیں روزانہ دو دینار تمہارے تکیے کے نیچے سے ملتے رہیں گے۔

عابد نے شیطان کی بات قبول کر لی اور واپس چلا گیا۔ قرارداد کے مطابق دو روز تک اسے دو دینار ملے لیکن تیسرے روز وہ تلاش کرتا رہا مگر کچھ نہ ملا۔ عابد نے درخت کاٹنے کے لئے دوبارہ تبر اٹھایا راستے میں پھر شیطان سے ملاقات ہو گئی اس مرتبہ پھر دونوں نے نزاع ہوا مگر اس دفعہ عابد زمین پر گر پڑا اور شیطان اس کے سینے پر سوار ہو گیا اور کہا اگر تم اپنا درخت کاٹنے کا ارادہ نہیں بدلتے تو میں ابھی قتل کر دوں گا۔ عابد نے اس سے عفو کی خواہش کی اور پوچھا۔ کیا وجہ ہے پہلے تو مغلوب ہو گئے تھے اور اب مجھ پر غالب ہو گئے۔ شیطان نے کہا چونکہ تم پہلی مرتبہ خلوص نیت کے ساتھ خوشنودی خدا کی خاطر آئے تھے لہٰذا مجھے مغلوب کر دیا تھا چونکہ خدا کے خاص بندوں پر ہمارا بس نہیں چلتا لیکن دوسری مرتبہ تم دینار کی وجہ سے آئے ہو اسی وجہ سے مغلوب ہو گئے۔ [1]

---

[1] مستطرف ج ۲ ص ۱۵۳۔

۴۷۔ خلوص کے مطابق بدلہ

ایک شخص کہتا ہے کہ میں کفار کے ساتھ جنگ کے ارادے سے گھر سے نکلا راستے میں ایک شخص سے ملاقات ہو گئی۔ وہ بیٹھا ہوا توبرہ (وہ تھیلا جس میں مسافر گھوڑے کے لیے چارہ رکھ کر چلتے تھے اور کھلاتے وقت گھوڑے کے منہ پہ باندھ دیتے تھے) بیچ رہا تھا۔ میرے دل میں خیال آیا کہ بہتر یہ ہے کہ میں اس توبرہ کو خرید کر استفادہ کروں اور جب فلاں جگہ پہنچوں گا تو زیادہ قیمت پر فروخت کر دوں گا۔

رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ دو فرشتے آسمان سے نازل ہوئے ایک نے دوسرے سے کہا۔ مجاہدین کے نام لکھو۔ تو اس نے لکھنا شروع کیا تو پہلے فرشتے نے کہا لکھو فلاں شخص تماشہ کرنے کی غرض سے آیا ہے۔ دوسرے کے لئے کہا لکھو وہ تجارت کے لئے آیا ہے تیسرے کے بارے میں کہا لکھو کہ وہ ریاکاری اور خودنمائی کی غرض سے آیا ہے پھر جب میری باری آئی تو کہا لکھو یہ بھی تجارت کے لئے آیا ہے۔ یہ سن کر میں نے رونا شروع کر دیا اور کہا خدا کی قسم میرے پاس کچھ نہیں ہے۔ جس کی تجارت کر سکوں میرے بارے میں تم پھر غور کر لو۔ تو فرشتے نے کہا کیا تم نے یہ توبرہ فائدہ حاصل کرنے کی غرض سے نہیں خریدا؟

میں نے کہا میں تاجر نہیں ہوں۔ میرا مقصد تو جہاد تھا، تجارت نہیں، یہ کہہ کر میں نے پھر رونا شروع کر دیا۔ تو اس نے دوسرے فرشتے سے کہا کہ اس طرح لکھو کہ یہ شخص جہاد کے لئے آیا تھا لیکن راستے میں ایک توبرہ فائدہ حاصل کرنے کے لئے خرید لیا تھا۔ اب خدا جو چاہے گا اس کے بارے میں فیصلہ کرے گا۔[1]

---

[1] نزھۃ المجالس ج ۱، ص ۲۔

۴۷۔ ایک عمل خالص اور ہزاروں مخلوط عمل

کتاب دار السلام میں خزائن نراقی سے نقل کیا گیا ہے کہ خاتون آباد کے ایک عالم بزرگوار، جو کہ غالباً علامہ مجلسی کے داماد تھے۔ کہتے ہیں جب علامہ مجلسی کے انتقال کے بعد ایک سال گذر گیا تو میں نے انہیں خواب میں دیکھا تو ان سے شکایت کی کہ طے یہ ہوا تھا کہ آپ جلد خواب میں آئیں، اتنی دیر کیوں لگائی؟ علامہ نے جواب دیا کہ کچھ گرفتاریوں اور مشغولیت کی بناء پر تاخیر ہوئی۔ اب مجھے فرصت ملی ہے۔ جب میں نے ان کے حالات معلوم کئے تو کہا کہ جب مجھے بارگاہ پروردگار میں پہنچایا گیا تو میں نے ایک آواز سنی۔ کہ تم کیا لائے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں نے اپنی پوری زندگی روایات و اخبار اور تفسیر قرآن کی تصنیف و تالیف میں بسر کر دی جواب ملا درست ہے لیکن تم اول کتاب میں اپنے وقت کے سلاطین کے نام لکھتے تھے اور اس بات پر بہت خوش ہوتے تھے کہ لوگ تمہاری تعریف کریں گے۔ تمہاری محنتوں کا اجر و ثواب لوگوں کی تعریفیں اور سلاطین کی خوشنودی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں نے اپنی زندگی امامت نماز جمعہ و جماعت میں صرف کر دی۔ جواب ملا ہاں، درست ہے۔ لیکن جب ماموین زیادہ ہوتے تو تم خوش ہوتے تھے اگر کم ہو جاتے تو تمہیں افسوس ہوتا تھا یہ کام بھی ہمیں پسند نہیں ہے۔ آخر کار جو کچھ میں نے عرض کیا قبول نہ ہوا۔ یہاں تک کہ میں نے اپنی تمام نیکیاں بیان کر دیں۔ اس وقت آواز آئی کہ ہم نے تمہارا ایک عمل قبول کیا ہے۔ ایک روز تمہارے ہاتھ میں ایک گلابی تھی۔ تمہارے پاس سے ایک عورت گذری اس کے پیچھے اس کا بچہ بھی تھا۔ جب بچے نے گلابی دیکھی تو ماں سے کہا۔ میں گلابی کھاؤں گا۔ تو تم نے صرف خوشنودی خدا کی خاطر وہ گلابی بچے کو دے دی۔ وہ بچہ خوش ہو گیا۔ علامہ مجلسی

مرحوم نے کہا کہ خدا نے مجھے جرأت اس عمل کی خاطر بخشش دیا۔ [1]

۷۵۔ علیؑ نماز کی حالت میں

جب نماز کا وقت آتا تو علیؑ پر اضطراب کی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ لوگ سوال کرتے کہ آپ اتنے زیادہ کیوں پریشان ہیں؟ تو آپ فرماتے تھے کہ جس امانت کو خدا نے زمین و آسمان کے سپرد کرنا چاہا تھا اور انہوں نے اس کو برداشت کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کا وقت آگیا ہے۔ جنگ صفین میں ایک تیر آپ کی ران مقدس پر لگ گیا تھا، لوگوں نے اسے نکال لینے کی بہت کوشش کی مگر شدت درد اور تکلیف کی وجہ سے نہ نکال سکے۔

لوگوں نے امام حسن علیہ السلام سے واقعہ بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ نماز کے وقت تک صبر کرو۔ جب میرے بابا نماز پڑھیں تو نکال لینا کیونکہ نماز پڑھتے وقت یہ دنیا و مافیہا سے اتنے بے خبر ہو جاتے ہیں کہ کسی چیز کی خبر نہیں رہتی امام حسنؑ کے حکم کے مطابق تیر نماز کی حالت میں نکالا گیا۔ نماز پڑھنے کے بعد جب حضرت علیؑ نے خون بہتا ہوا دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہو گیا ہے؟ تو لوگوں نے جواب دیا کہ نماز پڑھتے ہوئے آپ کے پائے اقدس سے ہم لوگوں نے تیر نکال لیا ہے۔ [2]

۷۶۔ نماز کی اہمیت

ابو بصیر کہتے ہیں کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کی شہادت کے بعد میں

---

[1] منتخب التواریخ ص۱۷۷۔

[2] انوار النعمانیہ ص۲۳۴

جناب ام حمیدہ کے پاس پرسے کے لئے گیا، جب انہوں نے مجھے دیکھا تو رونا شروع کر دیا، یہ دیکھ کر میں بھی رونے لگا۔ تو انہوں نے کہا ابو محمد! اگر تم احتضار کے وقت امام جعفر صادقؑ کے پاس آتے تو عجیب وغریب چیز دیکھتے امامؑ نے اپنی زندگی کے آخری لمحات میں فرمایا کہ میرے تمام قرابت داروں کو بلاؤ میں ان سے کچھ باتیں کرنا چاہتا ہوں۔ ام حمیدہ کہتی ہیں میں نے امامؑ کے سب رشتہ داروں کو بلوایا، جب سب آگئے تو امامؑ نے ان کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا (ان شفاعتنا .... بالصلوٰۃ) [1] ہماری شفاعت اس تک نہیں پہنچے گی جو نماز کو سبک سمجھے حضرت صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک روز علی ابن ابی طالب نے ایک آدمی کو دیکھا وہ اس طرح نماز پڑھ رہا تھا جیسے کوا دانا چگنے کے لئے زمین پر اپنی منقار مارتا ہے حضرت علی نے اس سے فرمایا کہ تم کب سے اسی طرح نماز پڑھتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ فلاں وقت سے۔ تو آپ نے فرمایا کہ تیرا عمل خدا کے نزدیک اسی طرح ہے جیسے کوا اپنی منقار زمین پر مارتا ہے (لو مت .... صلوات علیہ وآلہ) اگر تو اسی حالت میں مرجائے تو امت محمد مصطفیٰؐ پر نہ مرے گا۔ پھر فرمایا (ان اسرق .... سرق صلوٰتہ) لوگوں میں سب سے بڑا دزد وہ ہے جو اپنی نماز چرائے [2] یعنی درست ارکان و افعال کے ساتھ نماز ادا نہ کرے)

---

[1] محاسن برقی ص۸۰۔ ص۱۔

[2] محاسن برقی ج۱۔ ص۹۲۔

۴۷۔ متقیان کا زھد

سوید بن غفلہ کہتا ہے کہ جب لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت کی تو ایک روز میں بھی آپ کی ملاقات سے شرف یاب ہوا۔ جاکر دیکھا کہ آپ ایک چھوٹی سی چٹائی پر بیٹھے ہوئے ہیں اس گھر میں اس چٹائی کے سوا کچھ نہ تھا۔ میں نے عرض کیا یا علی! بیت المال آپ کے اختیار میں ہے۔ لیکن اس گھر میں ایسا چٹائی کے علاوہ کوئی دوسری چیز دکھائی نہیں دے رہی ہے۔ امامؑ نے فرمایا۔ سوید غفلہ! جس مسافر خانہ یا گھر کو چھوڑنا ہوتا ہے عقل مند وہاں وسائل زندگی جمع نہیں کرتا۔ ہمارے لیے دوسرا گھر ہے جہاں امن و راحت ہوگی ہم اپنے بہترین اسباب زندگی وہاں منتقل کر دیتے ہیں اور عنقریب میں اس گھر کی طرف چلا جاؤں گا۔

اسود اور علقمہ کہتے ہیں کہ ہم حضرت علیؑ کے پاس پہنچے تو دیکھا آپ کے پاس لیف خرما سے بنا یا ہوا ایک طبق رکھا ہے اور اس میں جو کی دو روٹیاں رکھی تھیں اور ان پر جو کی بھوسی بھی دکھائی دے رہی تھی۔ علیؑ نے روٹی کو اٹھا کر اپنے زانو پر رکھا اور توڑ کر نمک سے کھانا شروع کر دیا اور فرمایا کہ میں نے فضہ سے کہا اگر تم اس آٹے سے بھوسی نکال کر میرے لئے روٹی تیار کرو تو کیا قباحت ہے۔ فضہ نے کہا آپ اچھی روٹی کھائیں۔ اگر اس میں کوئی گناہ ہو تو میری گردن پر ہے۔ پھر تبسم کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے خود ہی اس آٹے سے بھوسی جدا کرنے کو منع کیا ہے۔ ہم نے کہا یا علی! آپ نے ایسا کیوں کیا۔ حضرت علیؑ نے فرمایا اس طرح نفس اچھی طرح ذلیل ہوتا ہے اور مومنین بھی میری پیروی کریں

گے یہاں تک کہ میں اصحاب سے ملحق ہو جاؤں بلے

۷۸۔ حضرت علیؑ کی دوسری داستان

ابورافع کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ عید کے روز میں حضرت علیؑ کی خدمت میں پہنچا تو آپؑ نے ایک تھیلی نکالی جس میں روٹی رکھی ہوئی تھی۔ اور وہ تھیلی سربمہر تھی۔ جب آپ نے اسے کھولا تو میں نے جو کی سوکھی روٹی دیکھی حضرت علیؑ نے کھانا شروع کر دیا۔ میں نے عرض کیا میرے مولا! آپؑ روٹی کو تھیلی میں رکھ کر اس طرح کیوں بند کرتے ہیں کیوں مہر لگا دیتے ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا میں ڈرتا ہوں کہ کہیں میرے یہ دو فرزند (امام حسن و امام حسین علیہم السلام) روٹی میں گھی یا روغن زیتون نہ ملا دیں۔ آپؑ کا لباس کبھی کبھی لیف خرما سے سلا ہوا ہوتا تھا۔ جب آپ روٹی کھاتے تو سرکہ یا نمک سے کھاتے تھے۔ اس کے بعد وہ سبزیاں یا اس سے بہتر اگر کبھی کھاتے اور شیر شتر استعمال کرتے تھے آپ گوشت بہت کم کھاتے اور فرماتے تھے کہ اپنے شکم کو حیوانات کا مدفن نہ بناؤ۔ اس خوراک کے باوجود آپؑ تمام لوگوں سے زیادہ قوی اور طاقتور تھے۔ گرسنگی اور کم خوار کی سے آپ کی قوت وطاقت میں کمی نہ ہوتی تھی۔ ؎

۷۹۔ شیخ مرتضیٰ انصاری کیسے آدمی تھے؟

شیخ مرتضیٰ انصاری اعلی اللہ مقامہ نے ایک مرتبہ اپنے بھائی کے ساتھ

لہ انوار النعمانیہ صہ۱۸۔

؎ شرح نہج البلاغہ۔ ابن ابی الحدید۔ ۱۶۰/۱ صٹ۔

کاسان سے مشہد کا سفر کیا۔ پھر تہران آئے وہاں مدرسۂ مادر شاہ میں ایک طالب علم کے کمرہ میں ٹھہرے۔ ایک روز شیخ نے اس طالب علم کو کچھ پیسے دیئے تاکہ روٹی خرید کر لائے جب وہ لے کر آیا تو شیخ نے دیکھا کہ وہ کچھ شیرینی بھی روٹی پر رکھ کر لا رہا ہے۔ شیخ نے اس سے پوچھا تم نے شیرینی کیسے خریدی۔ اس نے کہا قرض لے کر آیا ہوں۔ تو جتنی روٹی شیرینی سے خالی تھی وہ لے لی اور فرمایا کہ مجھے یقین نہیں ہے کہ اس قرض کو ادا کرنے کے لئے میں زندہ رہوں گا۔ (چند سال گذرنے کے بعد جب وہ طالب علم نجف گیا تو شیخ سے عرض کیا آپ نے کون سا عمل دیا ہے جس کے سبب اس منزل تک پہنچے اور خدا نے آپ کو کامیاب کیا کہ آپ حوزۂ علمیہ میں رہتے ہیں اور تمام شیعیان جہان کے مرجع ہیں۔ شیخ نے فرمایا چونکہ میں نے شیرینی لگی ہوئی روٹی کھانے کی بھی جرأت نہیں کی اور تم نے جرأت کر کے روٹی اور شیرینی دونوں کھالی تھیں۔ [1]

۸۰- سچ بولنے والا گناہوں سے محفوظ رہتا ہے

ایک شخص نے حضرت رسولؐ خدا کی خدمت میں آکر عرض کیا کہ نفع ترین کاموں کی طرف میری رہنمائی فرمایئے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا لا اصدق ..... ھاشئت ہمیشہ سچ بولو اور جھوٹ سے بچتے رہو۔ باقی جو دل چاہے انجام دو یہ سن کر وہ تعجب کرنے لگا اور رسول اکرمؐ کی فرمائش قبول کر کے چلا گیا۔ اس نے دل میں سوچا کہ رسول اللہ نے مجھے جھوٹ کے سوا کسی چیز سے منع نہیں کیا ہے تو اب میں فلاں حسین عورت کے گھر جا کر زنا کرتا ہوں۔ جب وہ اس کے

---

[1] زندگی و شخصیت شیخ انصاری ص ۔

گھر کی طرف چلا تو سوچنے لگا کہ اگر میں یہ کام انجام دوں اور کوئی شخص مجھ سے پوچھے کہ کہاں سے آرہے ہو تو جھوٹ نہیں بول سکتا اور اور سچ بولنے پہ سخت سزا اور بڑی بدبختی میں مبتلا ہو جاؤں گا۔ لہٰذا اس نے اپنا ارادہ بدل دیا پھر اس نے دوسرا گناہ کرنا چاہا مگر ایسا ہی خیال اس کے دل میں پیدا ہوا آخرکار اسے جھوٹ نہ بولنے کے سبب تمام گناہوں سے نجات مل گئی۔

۸۱۔ ناقۂ بہشتی

مالکؒ دینار کہتا ہے کہ جب لوگ خانہ کعبہ کی زیارت کے لئے جانے لگے تھے ایک ضعیف و ناتواں عورت بھی تھی اور وہ ایک کمزور اونٹ پر سوار تھی لوگ اس اونٹ پر سفر کرنے سے منع کر رہے تھے اور کہتے تھے کہ یہ اونٹ تجھے منزلِ مقصود تک نہیں پہنچا سکتا تو اپنا ارادہ بدل دے لیکن عورت نے ان کی بات نہیں مانی، راستے میں اس کا اونٹ بیٹھ گیا اور وہ قافلے سے پیچھے رہ گئی۔

میں نے اس کے پاس جا کر اس کی خدمت کرنا شروع کر دی۔ اور کہا کہ تجھ سے کہا گیا تھا مگر تو نہ مانی۔ اب کیا کرے گی؟ اس نے مجھے کوئی جواب نہ دیا بلکہ آسمان کی طرف سر بلند کر کے کہا۔ خدایا! تو نے مجھے نہ میرے گھر میں رہنے دیا اور نہ اپنے گھر تک پہنچایا (لو فعل .... الا البیت) اگر تیرے علاوہ میرے ساتھ کوئی یہ کام کرتا تو میں اس کی شکایت تجھ سے کرتی۔ لیکن اب کس سے شکایت کروں۔ مالک کہتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ صحرا کے درمیان سے ایک شخص ایک اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے ہماری طرف آرہا ہے اس نے آکر اس عورت سے کہا سوار ہو جا۔ اس اونٹ کی مانند پورے قافلے میں کوئی اونٹ نہ تھا وہ برق رفتاری کے ساتھ چلا اور ہماری نظروں سے غائب ہو گیا۔ پھر جب مکہ پہنچے تو طواف

کے دوران میں نے دیکھا اور قسم دے کر کہا تم مجھے اپنا نام بتاؤ۔ اس نے کہا میرا نام شہر وہے۔ میری ماں حضرت فاطمہ زہرہ کی کنیز فضہ کی بیٹی تھیں۔ جو ناقہ تم نے صحرا میں دیکھا تھا وہ جنت سے آیا تھا میں نے خدا کو حرمت و عزت جناب فاطمہ زہرہ سلام اللہ علیہا کی قسم دی تھی تو اس نے ایک فرشتے کے ذریعے وہ ناقہ بھیجا تھا تا کہ مجھے مکہ تک پہنچادے۔

۸۲۔ ہارون اور بہلول کی گفتگو

ایک روز ہارون (مقتدر عباسی کے پانچویں خلیفہ) نے بہلول کو بلوایا[1] جب بہلول ہارون کے پاس آئے، اس نے پوچھا کہ تم مجھے پہچانتے ہو؟ بہلول نے جواب دیا کہ تو وہ شخص ہے کہ اگر تو مغرب میں رہے اور زمین کے مشرقی حصے میں کوئی ظلم و ستم ہو تو روز قیامت اس کے بارے میں تجھ سے سوال ہو گا۔ ہارون یہ سن کر خاموش رہ گیا اور کچھ دیر بعد پھر پوچھا۔

ہارون :۔ تمہاری نظر میں میری روش کیسی ہے؟

بہلول :۔ قرآن، کتاب خدا ہمارے درمیان ہے اپنی روش کی تو اس سے کرلے۔ قرآن مجید کہتا ہے۔ نیک اعمال انجام دینے والے بہشت کی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں گے اور بدکار دوزخ کے عذاب میں مبتلا رہیں گے[2] اگر تیرا کردار

---

[1] بہلول امام جعفر صادقؑ کے شاگرد و امام موسیٰ کاظمؑ کے آزاد کردہ تھے اور ہارون کے رشتہ دار بھی تھے۔ اسی وجہ سے خلافت و حکومت ہارون کے مخالف ہونے کے باوجود انہیں قتل نہیں کیا گیا۔

[2] ان الابرار لفی نعیم، وان الفجار لفی جحیم (سورہ انفطار آیت ۱۴، ۱۵)

اچھا ہے تو تیری آخرت بھی اچھی ہے ورنہ تیری عاقبت بہت بری ہو گی۔

ہارون، تو ہمارے یہ نیک اعمال کہاں ہیں؟

بہلول، خداوند عالم نیک لوگوں کے اعمال قبول کرتا ہے (انما یتقبل اللہ من المتقین۔ مائدہ۔ ۳۰)

ہارون، خدا کی رحمت کہاں ہے اور وہ کیا فائدہ دے گی۔

بہلول، خدا کی رحمت اچھے لوگوں کے نزدیک ہے (ان اللہ قریب من المحسنین سورۂ اعراف۔ ۵۶)

ہارون، ہماری جو رسول اللہ سے قرابت ہے وہ کیا ہو گی؟

بہلول، روز قیامت عمل کے بارے میں سوال ہو گا، رشتے اور قرابت کے بارے میں نہ ہو گا (فاذا...... ولا یتسائلون، مومنون۔ ۱۰۲)

ہارون، پس شفاعت پیغمبر کہاں ہو گی۔

بہلول، شفاعت رسول خدا اللہ کی مرضی سے تعلق رکھتی ہے (یومئذ..... ورضی قولا۔ طٰہٰ۔ ۱۰۸)

ہارون، اگر تمہاری کوئی حاجت ہو تو بتاؤ میں پوری کر دوں۔

بہلول، میری یہ حاجت ہے کہ مجھے تو بخش دے اور جنت میں داخل کر دے۔

ہارون، یہ حاجت تو میرے ہاتھ میں نہیں ہے لیکن میں نے سنا ہے کہ تم مقروض ہو تمہارا قرض ادا کرنا چاہتا ہوں۔

بہلول، اگر تو سچ کہتا ہے تو لوگوں کا مال انہیں واپس کر دے۔ تو، تو خود ہی مقروض ہے۔ ایسی صورت میں میرا قرض کیا ادا کر سکتا ہے۔

ہارون، کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں تمہارے لئے تمام عمر کا وظیفہ معین کرا دوں۔

بہلول، ہارون ہم دونوں ہی بندۂ خدا ہیں۔ ہمارا مالک وہی ہے خود خدا تیری روزی

فراہم کرتا ہے وہ مجھے بھی فراموش نہیں کرتا۔ [۱]

ان باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ امام جعفر صادقؑ اور امام موسیٰ کاظم علیہم السلام کے شاگرد بہلول نے اپنے ڈکٹیٹر صفت طاغوت کے سامنے کمال آزادی کے ساتھ حق وحقانیت کی گفتگو کی اور اپنی گفتگو میں ہر موقع پر قرآنی آیات کے ذریعے ہارون کی مذمت کی۔

۸۳۔ ماں کا بیٹے پر حق عظیم

ایک شخص اپنی ضعیف ماں کو اپنے کاندھوں پر بیٹھا کر خانہ کعبہ کا طواف کرا رہا تھا، طواف کے دوران پیغمبر اکرمؐ سے ملاقات ہو گئی تو اس نے آنحضرتؐ سے پوچھا کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا؟ (قال: لا ولا بزفرۃ واحدۃ) پیغمبر اکرمؐ نے فرمایا نہیں! حتیٰ کہ تم نے اس کے ایک سانس کا بھی جبران نہیں کیا [۲]

۸۴۔ مکتب پیغمبر میں زہد و پارسائی

پیغمبر اکرمؐ نے ایک روز دیکھا کہ حسن وحسین علیہم السلام (دونوں کا بچپن تھا) چاندی کی ایک ایک زنجیر اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے ہیں تو آنحضرتؐ نے اپنے ایک غلام سے جس کا نام ثوبان تھا فرمایا کہ ان زنجیروں کو لے جاؤ اور فاطمہ زہراؑ کے لئے ایک یمنی چادر خرید لاؤ اور ان کے لئے دو عدد زنجیر عاج (زنجیر عاج ہاتھی کے دانت سے بنائی جاتی تھی اور چاندی سے کم قیمت کی ہوتی تھی) خرید لانا

---

[۱] عنوان الکلام ص ۲۰۶۔

[۲] تفسیر فی ظلال القرآن ج ۷، ص ۲۱۵۔ (ذیل آیۃ ۱۵، احقاف)

• یہ اس خاندان سے تعلق رکھتے ہیں جو یہ پسند نہیں کرتا کہ ان کی زینت دنیا میں صرف ہو جائے اور آخرت کے لئے کچھ باقی نہ رہے[1]

۸۵۔ حضرت آدم چھ مجسّموں کے سامنے

حضرت آدمؑ نے ایک روز اچانک دیکھا کہ سیاہ رنگ اور بدصورت تین مجسمے ان کے بائیں جانب اور تین نورانی مجسمے ان کے داهنی جانب کھڑے ہوئے ہیں۔ انہوں نے داهنی طرف والے تینوں مجسموں سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ تو ایک نے کہا میں عقل ہوں دوسرے نے جواب دیا میں حیا ہوں تیسرے نے کہا کہ میں رحم ہوں۔ جناب آدمؑ نے کہا تمہاری منزل کہاں ہے؟ پہلے نے جواب دیا لوگوں کے سر میں۔ دوسرے نے کہا لوگوں کی آنکھوں میں اور تیسرے نے جواب دیا لوگوں کے دلوں میں، تب جناب آدمؑ نے دوسری طرف متوجہ ہو کر ان بدصورت اور سیاہ مجسموں سے پوچھا تم کون ہو؟ پہلے نے کہا میں تکبر ہوں تو حضرت آدمؑ نے کہا تمہاری منزل کہاں ہے؟ اس نے کہا لوگوں کے سروں میں۔ جناب آدمؑ نے کہا سر تو عقل کی منزل ہے۔ تکبر نے کہا کہ اگر میں سر میں داخل ہو جاؤں تو عقل چلی جاتی ہے۔ جناب آدمؑ نے دوسرے سے پوچھا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں طمع ہوں۔ جناب آدمؑ نے پوچھا تیری منزل کہاں ہے؟ کہا آنکھیں تو جناب آدمؑ نے کہا کہ آنکھیں تو حیا کی منزل ہیں۔ طمع نے کہا کہ اگر میں آنکھوں میں داخل ہو جاؤں تو حیا چلی جاتی ہے۔ جناب آدمؑ نے تیسرے مجسمے سے معلوم کیا تو کون ہے؟ اس نے کہا میں حسد ہوں۔ تو پوچھا کہ تیری منزل کہاں ہے؟ اس نے جواب

---

[1] تفسیر ابوالفتوح رازی ج ۱ ص ۱۶۱ ذیل آیہ ۲۰، سورۂ احقاف

دیا لوگوں کے دلوں میں۔ جناب آدمؑ نے کہا، دل تو رحم کی جگہ ہے اس نے کہا اگر [illegible]
میں قلب انسانی میں داخل ہو جاؤں تو رحم و مروت نکل جاتے ہیں۔ [1]

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر انسان اپنی زندگی میں گناہ کی طرف قدم بڑھائے تو وہ جو گناہ کرتا رہے گا اس کی مناسبت سے اس کے فضائل اور اخلاق [illegible] انسانی اس سے دور ہوتے چلے جائیں گے۔

۸۶۔ جناب موسیٰ اور شیطان کی گفتگو

جناب موسیٰؑ نے راستے میں شیطان کو دیکھا اس سے پوچھا کہ ایسا کون گناہ ہے کہ اگر انسان اسے انجام دے تو اس پر تو اس طرح مسلط ہو جائے گا کہ اسے جہاں چاہے لے جائے؟ شیطان نے کہا جو شخص اپنے نیک عمل پر خوش ہو اور اسے بزرگ سمجھے لیکن گناہ کو معمولی سمجھے، میں اس پر مسلط ہو جاتا ہوں۔ [2]

اس کے متعلق سعدی نے کہا ہے۔

ترجمہ۔ ۱۔ اگر گناہگار خدا سے ڈرتا ہے تو وہ اس عابد سے کہیں زیادہ بہتر ہے جو اپنی عبادت کی لوگوں میں نمائش کرے۔

۲۔ چونکہ گناہگار کا جگر سوز و گداز کی بنا پر خون ہو جاتا ہے اور عابد اپنی عبادت پر اعتماد کرتا ہے۔

۳۔ وہ یہ نہیں جانتا کہ بارگاہ پروردگار عالم میں غرور و تکبر کرنے کے بجائے فروتنی اور انکساری زیادہ بہتر ہے۔

---

[1] المواعظ العددیہ (باب الثلاثۃ)

[2] اصول کافی جلد دوم۔ ص ۳۱۳-۳۱۴۔

۴۔ اس آستانے میں تمہارا عاجز و مسکین بن جانا اطاعت و خود بینی سے زیادہ بہتر ہے

۷۔ یتیم کی سرپرستی کا اجر عظیم

پیغمبر اکرمؐ کے پاس اصحاب بیٹھے ہوئے تھے اور آپؐ ان سے گفتگو کر رہے تھے اچانک ایک بچہ پیغمبرؐ کے پاس آیا اور کہنے لگا اے پیغمبر خدا! میرے باپ کا انتقال ہو چکا ہے میری ایک بہن ہے لیکن ہمارا کوئی سرپرست نہیں حالانکہ ماں بیوہ ہو ہی چکی ہے۔ خدا نے آپؐ کو جو کچھ عطا کیا ہے۔ اس سے ہماری بھی مدد کیجئے، پیغمبر اسلام نے بلال سے فرمایا کہ ہمارے گھر جاکر تلاش کرو جو غذا تمہیں ملے وہ لے آنا۔ بلال حجرۂ پیغمبر اسلام میں آئے کافی تلاش و کوشش کے باوجود اکیس ۲۱ عدد خرمے ملے۔ تو انہیں رسول اللہ کے پاس لائے۔ رسول اللہ نے اس بچے سے فرمایا کہ یہ خرمے لے لو ان میں سات تمہارے، سات تمہاری بہن اور سات عدد تمہاری والدہ کے لئے ہیں۔ اسی دوران پیغمبرؐ کے ایک صحابی "معاذ" نے اس بچے کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے کہا خدا تمہاری یتیمی دور کرے اور تمہیں تمہارے باپ کا جانشین بنائے۔ پیغمبر اسلامؐ نے معاذ سے فرمایا کہ اس بچے کے بارے میں میں نے تمہاری محبت دیکھی جو شخص کسی یتیم کی سرپرستی کرتا ہے اور دست نوازش اس کے سر پر پھیرتا ہے تو جتنے بال اس کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے۔ خدا ان کے عوض اسے بہتر جزا دیتا ہے۔ اس کے گناہ محو کر دیتا ہے اور اس کے درجات بلند کر دیتا ہے۔ [1]

---

[1] مجمع البیان ج ۱، ص ۵۰۹۔

۸۸۔ اخلاقِ پیمبرؐ

پیغمبر اکرمؐ ایک کنوئیں کے پاس غسل کے ارادے سے گئے تو آپ کے ایک صحابی حذیفہ نے ایک کپڑا اپنے ہاتھ میں لے لیا تاکہ کوئی دیکھنے نہ پائے۔ جب آنحضرتؐ غسل سے فارغ ہوئے تو حذیفہ نے بھی غسل کرنا چاہا تو رسول اکرمؐ نے کپڑا اپنے ہاتھ میں لے لیا اور حذیفہ کے پاس کھڑے ہو گئے تاکہ کوئی دیکھنے نہ پائے۔ حذیفہ نے عرض کیا یا رسولؐ اللہ! میرے ماں باپ آپؐ پر فدا ہوں (یہ میری طرف سے جسارت ہے) آپؐ یہ کام نہ کریں۔ پیغمبر اسلام نے فرمایا کہ کسی نے کسی سے محبت نہیں کی مگر یہ کہ خدا کے نزدیک محبوب ترین شخص وہ ہے جو دوسروں سے زیادہ محبت کرتا ہو۔

۸۹۔ پیغمبر اسلام کی بہترین ملاقات

ایک جگہ پیغمبر اسلامؐ اپنے اصحاب کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے تو ایک صحرا نشین نے آکر رسول اللہ سے مدد چاہی۔ آنحضرتؐ نے اسے کچھ رقم دی اور پوچھا ٹھیک ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے میرے ساتھ عدالت سے کام نہیں لیا۔ صحرانشین کی اس جسورانہ حرکت پر مسلمانوں کو غصہ آیا اور اسے سزا دینا چاہی، وہ اسے مارنے کے لئے بڑھے۔ آنحضرت نے انہیں روکنے کے لئے اشارہ کیا۔ پھر آپ اٹھ کر اپنے گھر چلے گئے اور کچھ دوسری رقم لاکر صحرانشین کو دی اور فرمایا ٹھیک ہے۔ اس نے کہا ہاں۔ خداوند عالم آپؐ کو اور آپ کے اعزہ و اقربا کو اجر و ثواب عطا کرے۔ آنحضرتؐ نے اس سے فرمایا کہ تو نے جو پہلے کہا تھا۔ اس سے میرے اصحاب کو اذیت ہوئی اور ان کے دل رنجیدہ

ہوئے۔ اب وہی بات جو تو نے میرے لئے کہی ہے۔ میرے اصحاب کے لئے بھی کہہ۔ تاکہ ان کے دل تجھ پہ مہربان ہوں۔ صحرانشین نے کہا بہت اچھا، یہ کام بھی کروں گا۔ وہ اصحاب کے پاس گیا اور رسول اللہ کی عطا سے اپنی خوشی کا اظہار کیا تو وہ بھی اس سے خوش ہو گئے۔

جب یہ خبر آنحضرتؐ کو معلوم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا اس صحرانشین کے ساتھ میری مثال ایسی ہی ہے جیسے کسی آدمی کا اونٹ بھاگ گیا ہو۔ لوگ اسے پکڑنے کے لئے اس کے پیچھے دوڑ رہے ہوں، لیکن وہ جتنا اسے پکڑنا چاہتے ہوں وہ اور زیادہ دور ہوتا جا رہا ہو لیکن اونٹ کا مالک کہہ رہا ہو کہ اے لوگوں! تمہارا اس سے کوئی مطلب نہیں ہے۔ تم الگ ہو جاؤ۔ میں اپنے اونٹ کے لئے تم سے زیادہ مہربان اور دانا ہوں۔ پھر وہ آہستہ سے اونٹ کے پاس جائے اور اس کی پشت پہ ہاتھ پھیر کر گرد و غبار صاف کرلے اور اس پر سوار ہو کر اپنے گھر واپس آجائے اور اگر میں تمہیں، تمہاری حالت پہ چھوڑ دیتا تو تم اس بادیہ نشین پر حملہ کرتے اور اسے قتل کر دیتے وہ جہنم میں چلا جاتا[1] (یعنی یہ طریقہ درست نہیں ہے تمہیں لوگوں کی نجات کے لئے کوشش کرنا چاہیے ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس کے سبب وہ دنیا اور آخرت دونوں میں بدبخت اور سیاہ رو ہو جائیں)

۹۰۔ بیمار کی عیادت اور اس کی بددعا

پیغمبر مہربان جو کہ اکثر و بیشتر مسلمانوں کی احوال پرسی کرتے رہتے

---

[1] سفینۃ البحار۔ جلد ۱ صفحہ ۲۱۶۔

تھے، آپؐ نے ایک مرتبہ سنا کہ ایک صحابی بیمار ہو گیا ہے۔ آپؐ اس کی عیادت کے لئے گئے اور اس کے بستر کے پاس بیٹھ گئے۔ بیمار نے کہا۔ نماز مغرب میں نے آپؐ کے ساتھ جماعت سے پڑھی تھی تو آپؐ نے سورۂ قارعہ (قرآن مجید کی سورۂ نمبر ۱۰۱ ہے) پڑھی (میں بہت متاثر ہوا) میں نے عرض کیا۔ پروردگار! اگر میں تیرے نزدیک گناہگار ہوں اور تو مجھ پر عذاب نازل کرنا چاہتا ہے تو اسی دنیا میں مجھ پر عذاب نازل کر دے۔ اب آپؐ دیکھ رہے ہیں کہ میں بیماری میں مبتلا ہوں۔ رسول اللہ نے فرمایا تم نے ٹھیک نہیں کہا تمہیں یہ کہنا چاہئے تھا کہ (ربنا اتنا .... عذاب النار) پروردگار! مجھے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دونوں جگہ اجر و ثواب عطا فرما۔ اور جہنم سے محفوظ رکھنا[۱] پھر پیغمبرؐ نے اس کے لئے دعا کی اور وہ صحتیاب ہو گیا۔[۲]

۹۱۔ موازین اسلام کی رعایت

ایک عورت نے آکر رسولؐ اسلام سے عرض کیا میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کر دیجئے۔ آپؐ نے فرمایا اپنے گھر چلی جا۔ وہ عورت اپنے گھر چلی گئی اور پھر دوسرے روز آکر عرض کیا میں نے زنا کیا ہے (حد جاری کر کے) مجھے پاک کر دیجئے۔ پیغمبرؐ نے فرمایا اپنے گھر جا، وہ عورت چلی گئی پھر تیسرے روز آکر عرض کیا میں نے زنا کیا ہے مجھے پاک کر دیجئے، خدا کی قسم میں (زنا کے ذریعہ) حاملہ ہوئی ہوں، آنحضرت نے فرمایا جب تک بچہ نہ پیدا ہو اپنے گھر جا کر بیٹھو وہ

۱؎ سورۂ بقرہ آیت نمبر ۲۰۱۔

۲؎ سفینۃ البحار ج ۱، ص ۲۰۸۔

پھر واپس چلی گئی اور ولادت کے بعد بچے کو گود میں لے کر پیغمبرؐ کے پاس آئی پیغمبرؐ نے فرمایا جا بچہ کو دودھ پلا۔ جب اس کے دودھ پینے کی مدت تمام ہو جائے اور وہ کھانا کھانے لگے تو آنا۔ وہ پھر واپس چلی گئی اور کچھ مدت بعد آکر کہا میں نے اس بچے کو دودھ پلا دیا ہے اب یہ کھانا کھانے لگا ہے (بچے کے ہاتھ میں روٹی کا ایک ٹکڑا تھا)۔

اس وقت (تین مرتبہ اقرار کے بعد) آنحضرتؐ نے ایک مسلمان کو گڑھا کھودنے کا حکم دیا، جب گڑھا تیار ہو گیا تو عورت کو گڑھے میں کھڑا کر دیا اور احکام اسلامی کے مطابق اسے سنگسار کیا۔ اسی دوران خالد بن ولید (ایک نادان مسلمان) نے ایک پتھر (یا خرمے کی لکڑی کا ایک ٹکڑا) اس عورت کو مارا۔ وہ اس عورت کے سر پر پڑا اور خون اچھل کر خالد تک آیا، خالد کو غصہ آگیا اور عورت کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ جب یہ بات پیغمبرؐ کو معلوم ہوئی تو خالد سے فرمایا خاموش رہو، اسے برا نہ کہو، اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں میری جان ہے اس عورت نے اس طرح توبہ کی ہے کہ اگر کوئی جواری بھی اس طرح توبہ کرتا تو خدا اسے بھی بخش دیتا پھر آپؐ نے اس کے جنازے کو اٹھانے کا حکم دیا۔ آپ نے خود اس کی نماز میت پڑھائی مسلمانوں نے اسے دفن کر دیا[1] اس طرح رسول اسلامؐ نے حد جاری کرنے میں بھی اصول اخلاق کی رعایت کا حکم دیا اور خالد کو بدگوئی سے منع کیا۔

---

[1] سفینۃ البحار ج ۱ ص ۵۱۲۔

۹۲- ابوطالبؑ کا ایک مسلمان سے دفاع

صدر اسلام میں جو شخص مسلمان ہوتا وہ بڑے بڑے خطرات سے دوچار ہو جاتا تھا، عثمان بن مظعون نے بھی اسلام قبول کیا اور اسی دین پہ باقی رہا۔ یہاں تک کہ مشرکوں کو نصیحت کر کے دعوت اسلام دیتا تھا۔ ایک روز عثمان مشرکوں سے بات چیت کر رہا تھا اچانک بعض لوگوں نے (پہلے سے بنائے ہوئے منصوبے کے مطابق) عثمان پر وار کر دیا اور ایک مشرک نے عثمان کی آنکھ پہ ایسی ضرب لگائی کہ اس کی آنکھ باہر نکل آئی اور حلقۂ چشم کٹ گیا۔

جب جناب ابوطالبؑ کو اطلاع ملی تو آپ نے اس شخص سے انتقام لینا چاہا، قریش نے ابوطالبؑ کے پاس آ کر قسم دی، اس شخص کو معاف کر دیں لیکن جناب ابوطالبؑ نے بھی فوراً قسم کھائی کہ میں انتقام لئے بغیر چین نہ لوں گا[1] اس سے حضرت علیؑ کے پدر بزرگوار کی شہامت اور جواں مردی کا صدر اسلام کے حساس ترین دور میں بھی پتہ چلتا ہے اور ان کی اسلام کے ساتھ وفاداری اور بلندی ایمان معلوم ہوتی ہے۔

۹۳- قرآن کا جواب لانے کی کوشش

ایک روز چار بڑے دہریے جو کہ خدا کے منکر تھے یعنی ابو شاکر دیصانی، ابن ابی العوجاء، عبد الملک بصری و ابن مقفع۔ مکہ میں خانۂ خدا کے

---

[1] شرح نہج البلاغہ ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۱۳۔

پاس جمع ہوئے اور ایک طویل گفتگو کے بعد ابی العوجا نے   کی کہ ہم چار آدمی ہیں ہمیں یہ طے کر لینا چاہیئے کہ ہم میں سے ہر ایک، ایک چوتھائی قرآن پر نقص وارد کرے اور اس کام کے لئے اپنا پورا وقت صرف کردے۔ یہ پیشنہاد سب نے قبول کر لی، اور اپنے اپنے کام میں مشغول ہوگئے۔ آئندہ سال چاروں آدمی پھر خانہ کعبہ کے پاس جمع ہوئے اور ہر ایک کے کام کے متعلق پوچھا۔ ابن ابی العوجا نے کہا جب میں تم لوگوں سے جدا ہوا تو اس آیت (فلما استیئسوا منہ خلصوا نجیا[1]) کے بارے میں غور فکر کی اور میں نے اس کی فصاحت و بلاغت میں تصرف کرنے یا اس کے جملوں کی جگہ کوئی بہترین جملہ رکھنے کی کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا اور اس آیت کے بارے میں غور و فکر کرنے کی وجہ سے میں دوسری آیات پر غور نہ کر سکا عبد الملک نے کہا میں نے اس آیت کے بارے میں تفکر کیا (یا ایھا الناس ...... الطالب والمطلوب)[2] میں نے بہت کوشش کی مگر اس کی مثل ایک آیت بھی نہ بنا سکا۔

ابو شاکر نے کہا میں اس وقت سے اب تک اس آیت کی فکر میں

---

[1] ترجمہ "پس جب (یوسف کو لے جانے سے) مایوس ہو گئے تو راز گو ایک طرف ہو گئے"۔ (سورہ یوسف آیت نمبر ۸۰)

[2] اے لوگو! ایک ضرب المثل پر غور کرو، بے شک تم خدا کے علاوہ جن لوگوں کو پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی پیدا نہیں کر سکتے، اگرچہ سب مل کر بھی کوشش کریں اور اگر مکھی ان کی کوئی چیز لے جائے تو وہ اس سے واپس نہیں لے سکتے۔ طالب و مطلوب دونوں ناتوان ہیں (سورۂ حج آیت ۷۳)

ہوں (ولو کان ..... بعضا) لہ اس آیت کی شکل میں کوئی آیت نہ لا سکا۔

ابو مقفع نے کہا کہ دوستو! میں اس نتیجے تک پہنچا ہوں کہ قرآن کسی بشر کا کلام نہیں اور میں بھی اس وقت سے اب تک اس آیت کے بارے میں متفکر ہوں (یا ارض .... وقضی الامر ....) ۲ میں اس آیت کی فصاحت و بلاغت اور اس کے بلند پایہ معنی تک نہ پہنچ سکا اور اس کی نظیر مجھے نہ ملی۔

ہشام کہتا ہے کہ اسی وقت میں امام جعفر صادق علیہ السلام وہاں سے گذرے اور یہ آیت پڑھنے لگے۔ (قل لئن .... لبعض ظہیرا) ۳۔

وہ چاروں آدمی ایک دوسرے کو دیکھنے لگے اور حیران ہو کر بولے کہ اگر اسلام کچھ حقیقت رکھتا ہے تو مسلمانوں کا موجودہ رہبر جعفر بن محمد کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا، لیکن ان کے وجود و فکر کی عظمت نے ہمیں تحت الشعاع قرار دے دیا ہے پھر اپنے عجز و ناتوانی کا اعتراف کرتے ہوئے چاروں ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ ۴

---

۱ اگر زمین و آسمان میں خدا کے سوا کوئی دوسرا معبود ہوتا تو دونوں تباہ و برباد ہو جاتے (سورۂ انبیا، آیت نمبر ۲۱)

۲ (طوفان نوح کے موقع پر) زمین سے کہا گیا کہ اپنا پانی پی لے اور اے آسمان! تو بارش بند کر دے، پانی ختم ہو گیا اور کام تمام ہو گیا۔

۳ (اے محمد) کہہ دو کہ اگر جن و انس بھی اس قرآن مجید کا جواب لانا چاہیں تو نہیں لا سکتے، اگرچہ وہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔

(سورۂ اسراء۔ آیت نمبر ۸۸)

۴ احتجاج طبرسی ج ۲ ص ۱۴۲۔

۹۴- ماموریت میں معاویہ کا نفاذ

حضرت علیؑ کی فوج کے سردار رشید مالک اشتر کے بارے میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ انہیں معاویہ کے مقرر کردہ ایک شخص نے جس کا نام نافع تھا، اس طرح زہر دیا کہ جب مالک اشتر کو حضرت علیؑ نے مصر کا گورنر بنا کر بھیجا اور یہ کوفہ سے مصر کے لئے روانہ ہوئے تو نافع نے ایک فقیر بن کر مالک سے راستے میں ملاقات کی اور مالک کی خدمت گذاری کرنے میں مشغول ہو گیا، اس نے فضائل علی کو بیان کر کر کے، خود کو پیروان علیؑ میں سے اس اس طرح ظاہر کیا کہ مالک کو اس کی باتوں پر یقین ہو گیا، یہاں تک کہ جب شہر قلزم پہنچے تو مالک کو محسوس ہوئی، نافع نے موقع پاتے ہی پانی کو زہر آلود کر کے مالک کو پلا دیا، آہستہ آہستہ مالک کی حالت متغیر ہونے لگی، آخر کار شہید ہو گئے [۱]

اس روایت سے بھی معاویہ کی خباثت کا پتہ چلتا ہے اور معلوم ہوتا ہے کہ گذشتہ زمانے میں بھی منافقین اور شیطان کے پیرو کبھی کبھی ماموریت کے ذریعے لوگوں کو قتل کرنے میں استفادہ کرتے تھے۔

۹۵- عجیب جواب

کہا جاتا ہے مشرکین کے سرداروں میں سے ایک شخص ولید بن عقبہ نے

---

[۱] بحار، ط قدیم، ج ۸، ص ۶۴۹ اور ج ۶، ص ۶۵۵، مالک الاشتر محمد رضا الحکیم ص ۱۵۱
* روایت میں معمولی فرق بھی پایا جاتا ہے، بعض لوگوں نے اس فقیر کا نام موسیٰ آل عمران لکھا ہے۔

جس کو گل سرسبز قریش کہا جاتا ہے، قرآن مجید پر تین اعتراض کئے اور کہا قرآن مجید میں "استہزء" (سورہ رعد۔ ۳۱) "عجاب" (سورہ مبارکہ ص۔ ۵) اور کبار" (سورہ نوح۔ ۲۲) استعمال ہوا ہے۔ حالانکہ یہ کلمات فصیح و بلیغ نہیں ہیں۔ ایک روز ولید کچھ لوگوں کے ساتھ خدمت پیغمبر اسلامؐ میں آیا۔ پیغمبر اسلامؐ ظاہراً اس کے احترام کے لیے چند بار کھڑے ہوئے اور بیٹھے تو ولید کو برا محسوس ہوا، اس نے فوراً کہا: "استہزء تنی وانا من کبار القریش وان ھذا لشیئ عجاب" مجھے تعجب ہے کہ آپ میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں حالانکہ میں بزرگان قریش میں سے ہوں۔ ؎

اس طرح اس نے ایک چھوٹی سی گفتگو میں تینوں کلمات کو، جن پر اعتراض کرتا تھا، غیر ارادی طور پر اپنی زبان پر جاری کیے حالانکہ وہ عرب کے برجستہ خطباء میں سے تھا، لیکن اس نے اپنے اعتراضات کا جواب خود ہی ادا کر دیا۔

۹۶۔ فلسفہ ہفت تکبیر

ہشام بن حکم کہتا ہے کہ میں نے امام جعفر صادق علیہ اسلام سے سوال کیا کہ نماز کی ابتداء میں سات تکبیریں کیوں مستحب ہیں؟ اور رکوع میں سبحان ربی العظیم وبحمدہ، سجدہ میں سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ کہنے کا کیوں حکم دیا گیا ہے؟ امامؑ نے فرمایا کہ خدا نے سات آسمان پیدا کئے ہیں اور زمین کے بھی سات طبق ہیں اور سات پردہ قرار دیئے ہیں۔ جب شب معراج

؎ مجموعہ خطی۔

رسولِ خدا آخرین نقطۂ کمال کو پہنچے تو ان کے سامنے سے ایک پردہ ہٹ گیا، آنحضرتؐ نے تکبیر کہی پھر دوسرا پردہ ہٹ گیا، حضرتؐ نے پھر تکبیر کہی اسی طرح ساتوں پردے ہٹ گئے اور حضرتؐ نے ہر پردے کے ہٹنے پر تکبیر کہی۔ جب ساتواں پردہ ہٹنے کے بعد عظمت و جلالت خدا کو دیکھا تو آپؐ لرز گئے اور جھک کر اپنے ہاتھوں کو گھٹنے پر رکھ کر کہا سبحان ربی العظیم وبحمدہ (پروردگار عالم پاک و منزہ ہے میں اس کی حمد و ثنا کرتا ہوں) جب رکوع سے سیدھے کھڑے ہوئے تو پہلے سے زیادہ عظمت و جلالت خدا دیکھی، فوراً سجدے میں چلے گئے اور کہا سبحان ربی الاعلیٰ وبحمدہ (پروردگار تو اعلیٰ پاک و منزہ ہے اور میں اس کی حمد کرتا ہوں) آپؐ نے جب سات مرتبہ یہ جملہ کہا تو جسم سے لرزہ دور ہو گیا [۱]

۹۷۔ خدا توبہ قبول کرنے والا اور مہربان ہے

حضرت موسیٰؑ نے کوہِ طور پر اپنی مناجات میں عرض کیا یا الٰہ العالمین! (اے کائنات کے مالک) تو جواب آیا لبیک (یعنی ہم نے تمہاری دعا قبول کی) پھر جناب موسیٰ نے عرض کیا۔ یا الٰہ المطیعین! (اے اطاعت کرنے والوں کے خدا) تو جواب آیا۔ لبیک تیسری مرتبہ جناب موسیٰ نے عرض کیا یا الٰہ العاصین! (اے گناہگاروں کے خدا) تو تین مرتبہ آواز آئی لبیک لبیک، لبیک موسیٰ نے عرض کیا۔ پروردگارا! آخری بار تین مرتبہ لبیک کی آواز کیوں سنائی دی۔ تو خطاب ہوا کہ موسیٰ، عارفین اپنی معرفت پر،

---

[۱] علل الشرائع۔ ص ۲۷۱۔

نیک لوگ اپنے اعمال خیر پر اور مطیع اپنی اطاعت پر اعتماد رکھتے ہیں لیکن گناہگار میرے فضل کے سوا کوئی جائے پناہ نہیں رکھتے اگر وہ میری بارگاہ سے ناامید ہو جائیں تو کس کی بارگاہ میں جا کر پناہ حاصل کریں گے[1]

۹۸- دُعا کے لئے مقدس جگہ

محمود بن لبید کہتا ہے کہ رسول خدا کی رحلت کے بعد آپ کی بیٹی حضرت فاطمہ زہرا اکثر (مدینہ کے قریب) شہدائے احد کی قبروں کے پاس تشریف لے جاتی تھیں اور وہاں دعا و مناجات اور خدا سے راز و نیاز کی گفتگو کرتی تھیں اور یاد پیغمبر اسلام میں گریہ کناں رہتی تھیں۔ ایک روز میں حضرت حمزہ کی زیارت کے لئے ان کی قبر کے پاس گیا تو دیکھا کہ حضرت فاطمہ زہرا وہاں رو رو کر مناجات کر رہی ہیں میں کھڑا دیکھتا رہا۔ جب آپ خاموش ہو گئیں تو عرض کیا اے سیدہ نساء العالمین آپ کے گریہ فرمانے سے میرا دل کانپ گیا۔ حضرت فاطمہ زہرا نے فرمایا اے ابا عمرو! گریہ کرنا میرے لئے سزاوار ہے کیونکہ اپنے شفیق اور بہترین باپ کی جدائی سے دوچار ہوئی ہوں میں کتنی زیادہ آنحضرتؐ کے دیدار کی مشتاق ہوں؟ پھر میں نے شہزادی سے کچھ سوالات کئے۔ جن میں ایک سوال یہ تھا کہ رسولؐ نے اپنی رحلت سے قبل کس شخص کو اپنا جانشین معین کیا تھا؟ تو آپ نے فرمایا مجھے تعجب ہے تم روز عید غدیر کو بھول گئے؟ میں نے عرض کیا نہیں۔ فراموش نہیں کیا ہے لیکن میں آپ سے اس موضوع پر کچھ سننا چاہتا ہوں۔ شہزادی نے فرمایا خدا گواہ ہے

---

[1] منتخب تحاسیس الدرر ملا حبیب اللہ کاشانی ص ۲۷۹۔

کہ میرے بابا نے فرمایا۔ (علی خیر...... صلب الحسین ائمۃ .....) علی بہترین شخص ہے جسے میں نے تمہارے درمیان اپنا خلیفہ مقرر کیا ہے۔ وہ میرے بعد تمہارا امام ہے اور میرے دو بیٹے (حسن وحسین علیہم السلام) اور نو فرزندان حسین علیہم السلام، امام برحق ہوں گے۔ اگر تم نے ان کی پیروی کی تو راہ حق پر گامزن رہو گے۔ اور اگر مخالفت کی تو روز قیامت تک تمہارے درمیان اختلاف رہے گا۔[1]

۹۹۔ جنت میں حضرت عباس علیہ السّلام کی منزلت

ایک روز امام زین العابدینؑ نے عبید اللہ (فرزند حضرت عباس قمر بنی ہاشم ابو الفضل) کو دیکھ کر رونا شروع کر دیا اور فرمایا پیغمبر اسلامؐ پر سب سے زیادہ مصیبت والا وہ دن تھا جب جنگ احد میں آنحضرتؐ کے چچا جناب حمزہؑ شہید ہوئے اور اس کے بعد مصیبت عظمیٰ کا وہ دن تھا جب جنگ موتہ میں آنحضرتؐ کے چچازاد بھائی جناب جعفر طیار شہید ہوئے پھر فرمایا روز عاشورہ کے مثل کوئی دن نہیں ہے۔ تیس ہزار آدمی جو دعویدار اسلام تھے انہوں نے امام حسین علیہ السلام کو گھیر لیا، آپ کا خون بہا کر قربت خدا حاصل کرنا چاہی۔ اس وقت فرمایا کہ میرے چچا عباس پر خدا رحمت نازل کرے انہوں نے جہاد اکبر کیا اور اپنے بھائی کے ساتھ جنگ کی یہاں تک کہ آپ کے دونوں ہاتھ بھی کاٹ دیے گئے۔ خدا نے دونوں بازوؤں کے عوض جنت میں انہیں دو پر عطا کیے ہیں اور وہ جنت میں فرشتوں کے ساتھ پرواز کرتے ہیں۔

---

[1] ترجمہ بیت الاحزان۔ ص ۲۶۵

جیسا کہ جناب جعفر طیار بن ابی طالب کو بھی دو پر عطا کئے گئے ہیں لیکن میرے چچا عباس علیہ السلام کا نزد خدا وہ مقام ہے جسے دیکھ کر روزِ محشر تمام شہداء رشک کریں گے۔ [۱]

۱۰۰۔ علیؑ کے ہاتھوں زراعت میں وسعت

امام محمد باقر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے دیکھا کہ امیر المومنین علیؑ اپنے مرکب پر سوار ہیں اور تخم خرمہ اس پر بار کئے ہوئے ہیں۔ صحرا کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ اس نے قریب آکر پوچھا یہ کیا ہے؟ جواب حضرت علیؑ نے فرمایا" اگر خدا نے چاہا تو ایک لاکھ درخت خرما ہیں۔" پھر آپ انہیں صحرا لے گئے اور کافی زحمت وکوشش کے ساتھ انہیں بو دیا۔ پھر ان دیکھ بھال کرتے رہے۔ آہستہ آہستہ وہ اگنے لگے اور ایک بڑا باغ تیار ہو گیا جس میں ایک لاکھ خرمے کے درخت تھے۔

---

[۱] بحار طبع قدیم ج ۹۔ ص ۱۳۲۔ تنقیح المقال ج ۲ ص ۱۲۸۔